جملہ حقوق محفوظ ہیں

CHECKED

Checked 1987

وقایع ورنگل

جس میں ملک تلنگانہ کے خاندان کاکتیہ کی قدیم راجدھانی ورنگل کے
موجودہ حالات - آثار قدیمیان - تاریخی واقعات -

و

بزرگان دین کے کشف و کرامات بالتفصیل درج ہیں

اور

مزید دلچسپی کے لئے جابجا آثار قدیمہ کے تصاویر و نقشہ جات بھی شامل ہیں

مرتبہ

مولوی محمد سلطان صاحب سررشتہ دار دفتر تعلیمات صوبہ ورنگل

مصنف

[illegible] سلطانی - یادگار سلطانی - مرقع دکن - گنجینہ معلومات - اردو کا پہلا قاعدہ وغیرہ وغیرہ

[illegible] ہجری

در مطبع [illegible] طبع شد

فہرست مضامین وقایع ورنگل

مضمون	صفحہ
التماس صداقت اساس	۱
باب اول ـ ورنگل کے موجودہ حالات	۴
شہر ورنگل	″
نمایش طبعی وغیرہ	″
آب وہوا	۵
انقطاع آبادی	″
بازارات	۶
صنعت وحرفت	۷
مدارس	۱۰
آثار قدیمہ	۱۱
ہزار کھمبر کا دیول	۱۲
خلاصہ مضمون کتبہ مندر ہزار ستون	۱۹
قلعہ ورنگل	۲۱
جدید عمارات	۲۵
اعراس	″
جاترا	″
باب دوم	
ورنگل کے تاریخی حالات	۲۷
[illegible] ورنگل [illegible]	
[illegible] وسعت حکومت	۲۹
کاکتی [illegible] راج	۳۰
[illegible] رودر اول	۳۲

مضمون	صفحہ
گنپتی دیوراج	۳۴
رودرا دیوی	۳۶
پرتاب رودر ثانی	۳۸
مسلمانوں کی یورشیں اور فتوحات	۳۹
کرشنا راج	۴۲
خاتمہ قدیم راج ورنگل اور	″
اسلامی سلطنتوں کا بیان	۴۶
باب سوم	
ورنگل کے بزرگان دین کے حالات	۵۰
تذکرہ حضرت سید شاہ جلال الدین	
جمال البحر معشوق ربانی ثانی قدس سرہ	″
تذکرہ حضرت سید شاہ معین الدین حسن	۵۳
تذکرہ حضرت شاہ عبدالغنی قادری	۵۴
تذکرہ حضرت سید شاہ	
حسن عبدالقادر قادری قدس سرہ	″
تذکرہ حضرت سید شاہ	
افضل [illegible] بابا قدس سرہ	۵۵
تذکرہ حضرت عبدالغنی شاہ [illegible]	۵۷
تذکرہ حضرت قاسم شہید اور	
آپ کے بھائیوں کا	۵۸
تذکرہ حضرت [illegible] شاہ صاحب	[illegible]
تذکرہ دیگر بزرگان دین	[illegible]

فہرست نقشجات و [illegible]

مضمون	صفحہ
قالین بافی	
نقشہ مندر ہزار ستون ہنمکنڈہ	
نقشہ مندپ مندر ہزار ستون	
ہنمکنڈہ	
تصویر مندی [illegible]	
تصاویر [illegible]	
مندر ہزار ستون ہنمکنڈہ	۱۸
نقشہ دربار محل واقع ورنگل	[illegible]
نقشہ سنگین [illegible] واقع ورنگل	
تصویر [illegible]	
تصویر [illegible]	
[illegible]	

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

التماس صداقت اساس

از نقش و نگار در و دیوار شکستہ	آثار پدید است صنادید عجم را

منشاء اس تمہید اور مقصود اس عنوان سے یہ ہے کہ یوں تو آجکل ہندوستان یا دکن کے بہت سے تواریخ مختلف وضع قطع کے طبع ہوکر دستیاب ہو رہے ہیں مگر خاص خاص مقامات کے حالات تحریر کرکے شایع کرنے کی طرف لوگوں نے بہت کم توجہ کی ہے۔ چونکہ کسی مشہور مقام میں جانے کے بعد بادی النظر میں وہاں کے آثار قدیمہ کو دیکھ کر اُن کے حالات و نیز اُن کے بانیوں کے قابل عبرت واقعات معلوم کرنے کی طرف ہر کسی کی طبیعت مائل ہوتی ہے اور اُن کی عدم واقفیت سے جسقدر رنج و ملال گذرتا ہے وہ محتاج بیان نہیں ہے اسلئے ایسے مقامی حالات کو جہاں تک صحت کے ساتھ دستیاب ہوسکیں قلمبند و شایع کرنے کی سخت ضرورت ہے۔

گلبرگہ ملک دکن میں ایک ایسا مقام ہے جس کو سب سے پہلے اسلامی سلطنت کا دارالخلافہ ہونے کا فخر حاصل ہے۔ جب کہ میرا قیام بہ سلسلۂ ملازمت وہاں ہوا تو میں نے بڑی محنت و جگر کاوی سے

گلبرگہ کے تاریخی واقعات کے علاوہ وہاں کے بزرگان دین کے مفصل حالات فراہم کرکے بنام **ارمغان سلطانی المعروف سیر گلبرگہ** طبع کرایا۔ یہ کتاب بفضلہ تعالیٰ ایسی مقبول خاص وعام ہوی کہ جسکو خود ہمارے ولی نعمی اعلیحضرت قدر قدرت بندگانعالی متعالی مدظلہ العالی حضور نظام خلد اللہ ملکہ وسلطنتہ نے اس احقر کے پیش کرنے پر دست مبارک سے لیکر شرف قبولیت عطا فرمایا۔ اس سے ایک گونہ تالیف وتصنیف کا شوق میرے دل میں پیدا ہوا۔ بمصداق ؎

"سمند شوق کو اک اور تازیانہ ہوا"

بنائً علیہ ایک **مختصر جغرافیہ** ملک دکن سرکار عالی تیار کرکے طبع کرایا گیا جس کو مدرسین نے بیحد پسند کیا اور مدارس میں عموماً یہی پڑھایا جانے لگا۔ اس کے بعد **اردو کا نیا قاعدہ** طبع کرایا گیا۔ یہ بھی ایسا مقبول عام ہوا کہ بہت سے مشہور اخبارات اور مستند اصحاب نے اس کے نسبت عمدہ رائے دی اور اس کی ہزارہا کاپیاں دکن ہی میں نہیں بلکہ ہندوستان۔ سیلون وممالک غیر مثل آفریقہ وغیرہ میں بھی فروخت ہوئیں اور ہورہی ہیں۔ من بعد **مرقع دکن** یعنے مختصر تاریخ دکن باتصویر طبع کرائی گئی۔ اس کو گورنمنٹ نے پسند فرماکر بعطائے انعام اس مولف بیچمداں کی قدر افزائی فرمائی۔ اس کے بعد میرا تبدل گلبرگہ سے بیدر پر ہوا تو بوجہ اس کے کہ بیدر بھی گلبرگہ کے بعد سلاطین بہمنیہ کا اور ان کے زوال کے بعد سلاطین بریدیہ کا پایہ تخت رہا ہے اور بہت سے آثار قدیمہ ہنوز وہاں موجود ہیں۔ اس لئے وہاں کے بھی تاریخی واقعات اور بزرگان دین کے حالات فراہم کرکے معہ تصاویر و نقشجات وغیرہ بنام **یادگار سلطانی المعروف آئینہ بیدر** طبع اور شایع کرایا۔ اس کتاب کو بوجہ مقامی تاریخ ہونے کے سرکاری دفاتر ضلع کے لئے خریدنے کی کارروائی عمل میں آئی ہے۔ اس اثنا میں اور بھی کتب مثل **اردو سکشن۔ گنجینۂ معلومات** وغیرہ وغیرہ طبع اور شایع ہوے۔ بالآخر اب میرا تبدل ورنگل پر ہوچکا۔ چونکہ ورنگل بھی کسی زمانہ میں بڑے بڑے گردن فرازو اولوالعزم راجاؤں کا دار الخلافہ رہا ہے جن کی حکومت۔ شوکت۔ شجاعت وتہور کی چاردانگ عالم میں دھوم تھی اور مسلمانوں نے بڑی مشکلوں سے اس قلعہ کو فتح کیا تھا اسلئے یہاں کے مقامی حالات بھی

فراہم کرکے شایع کرنے کا قصد ہوا۔ مگر مشکل یہ ہوئی کہ امتداد زمانہ کی وجہ سے جیسے کہ چاہئے تفصیلی حالات یہاں سے دستیاب نہو سکے تاہم جسقدر فراہم ہوئے انہیں عالیجناب رائے مرلیدھر بہادر صوبہ دار صوبہ ورنگل نے بعد ملاحظہ پسند فرمایا۔ اور نیز دوستوں نے بھی اس کتاب کو جلد طبع کرنے کا تقاضہ کیا۔ لہٰذا اس کو زیادہ دلچسپ بنانے کی غرض سے بعض تصاویر و نقشجات عمارات مقامی کے ساتھ طبع کرادیا گیا ہے۔ امید ہے کہ ناظرین اس کے ملاحظہ سے ضرور محظوظ ہونگے۔ اور مولف احقر کے حق میں دعائے خیر فرمائینگے۔

ہر کہ خواند دعا طمع دارم
زانکہ من بندۂ گنہگارم

ہنمکنڈہ
مرقومہ ۲۲ رمضان المبارک سنہ ۱۳۲۶ھ

خاکسار
محمد سلطان

CHECKED

ہندو سوار

باب اول

ورنگل کے موجودہ حالات

شہر ورنگل ورنگل جو قدیم زمانہ میں ملک تلنگانہ کا دار الحکومت اور بڑے بڑے ذی جبروت و اولوالعزم راجاؤں کا راجدھانی تھا۔ بلدہ حیدرآباد فرخندہ بنیاد سے ۸۶ میل کے فاصلہ پر اوس کے شمال و مشرقی گوشہ میں اسٹیشن ورنگل سے سوا میل کے فاصلہ پر بجانب شرق واقع ہے۔ اسکا عرض البلد شمالی ۱۷ درجہ ۵۸ دقیقہ اور طول البلد شرقی ۷۹ درجہ ۳۴ دقیقہ ہے۔ اس کی آبادی مغرب میں صوبہ داری سے شروع ہوکر قلعہ ورنگل پر ختم ہوتی ہے۔ اس آبادی میں حسب ذیل مواضع شریک ہیں جو اس کے محلے سمجھے جاتے ہیں :- ہنمکنڈہ۔ لشکر سنگارم۔ کمہار پلی۔ متھواڑہ۔ رامنا پیٹھ۔ گرباچی پیٹھ۔ عرس۔ کریم آباد۔ رنگشائی پیٹھ۔ ورنگل۔ یہ تمام محلہ جات چھ میل کے اندر واقع ہیں اور ان کی مجموعی تعداد مردم شماری تقریبًا پینتیس ہزار ہے۔ منجملہ ان مواضع کے کریم آباد۔ عرس و ورنگل جاگیریں ہیں۔ اسی وجہ سے محکمہ جات صوبہ داری و ضلع وغیرہ کا مستقر بجائے ورنگل کے ہنمکنڈہ قرار پایا ہے۔

نمائش طبعی وغیرہ زمین یہاں کی عمومًا کالا چکا یا رگڑ اور کہیں کہیں سرخی مایل پتلی بھی ہے۔ پہاڑ متعدد ہیں مگر بے درخت۔ نواح ورنگل میں کوئی ندی نہیں ہے۔ متعدد تالاب اور کنٹے موجود ہیں۔ چنانچہ بالاسمدرم۔ بھدری تالاب۔ ست سمدرم۔ وڈیلی چرو۔ کوٹا چرو۔ کوول کنٹہ۔ چنتل چرو۔ یلما چرو۔ سوم چرو۔ گوپال پور چرو۔ بلدم چرو وغیرہ مشہور ہیں۔ ان کا پانی زراعت کے کام میں لیا جاتا ہے۔ یہاں کی پیداوار دھان۔ جوار۔ مکائی۔ ساوان۔ تل وغیرہ ہے۔ ساوان و مکائی عموما رعایا کی غذا ہے۔ آبادی میں کنوئیں بکثرت ہیں جن کا پانی نمکین ہے۔ لیکن بعض ایسے بھی ہیں۔ جن کا پانی شیریں اور خفیف الوزن ہے۔ اور وہی مشروب عوام ہے۔

آب وہوا آب وہوا یہاں کی معتدل اور عمدہ سمجھی جاتی ہے ۔ ایام بارش میں امساک باراں کی زیادہ شکایت نہیں ہوتی ۔ بارش کا اوسط ۳۳ انچ ہے ۔ موسم گرما میں بمقابلہ حیدرآباد کے گرمی زیادہ ہوتی ہے مگر شب میں عموماً ٹھنڈی ہوا شروع ہوکر اس گرمی کی کسیقدر تلافی کردیتی ہے ۔ مقیاس الحرارت گرمیوں میں ۱۰۴ ڈگری تک چڑھ جاتا ہے اور جاڑوں میں ۴۷ ڈگری تک اتر جاتا ہے ۔

اقطاع آبادی سب سے بڑی آبادی ہنمکنڈہ کی ہے جہاں سرکاری دفاتر صوبہ وضلع وتعلقہ واقع ہیں ۔ ہنمکنڈہ کی آبادی ایک دامن کوہ میں واقع ہے ۔ اس پہاڑ پر مشہور ہے کہ قدیم زمانہ میں ہنومان رہا کرتے تھے ۔ چنانچہ اس قصبہ کا نام ابتدا میں ہنمنت گری (ہنمنت یعنی ہنومان اور گری یعنی پہاڑ) تھا جس کو اہل تلنگانہ انم کنڈہ (انم یعنی ہنومان وکنڈہ بمعنی پہاڑ) کہنے لگے جو کثرت استعمال سے ہنمکنڈہ ہوگیا ہے ۔ جملہ سرکاری دفاتر و ڈاکٹرخانہ و پولیس و ٹپہ خانہ بیرن آبادی ہنمکنڈہ یا لشکر میں اور محکمجات صوبہ داری ۔ صدر عدالت ۔ بندوبست وتعلیمات محلہ صوبہ داری میں قایم ہیں ۔ یہ محلہ خاص آبادی ہنمکنڈہ سے دو میل کے فاصلہ پر بجانب غرب واقع ہے ۔ صدر محبس ورنگل بجانب شرق ایک میل کے فاصلہ پر مٹھواڑہ اور ہنمکنڈہ کے وسط میں بمقام رنگم پیٹھ تعمیر کیا گیا ہے ۔ خاص مٹھواڑہ کی آبادی بمقابلہ ہنمکنڈہ کے از روئے تنقیحات مردم شماری گو کم ہے ۔ مگر مٹھواڑہ چونکہ ایک تجارتی مقام ہے اسلئے یہاں خوب چہل پہل رہتی ہے ۔ اور آبادی میں بھی یہاں کے دن بدن ترقی ہورہی ہے ۔ اکثر بیوپاریوں نے صرف تجارت کے لئے دور دراز مقامات سے مع اپنے قبایل کے آکر یہیں سکونت اختیار کرلی ہے ۔ اور مزدو پیشہ بھی بکثرت جمع ہوگئے ہیں ۔ یہاں بھی ایک سرکاری ڈاکٹرخانہ موجود ہے ۔ آبادی سے ملا ہوا ریلوے اسٹیشن ورنگل واقع ہے ۔ جس کے متصل مہتمم کروڑگری کا مکان اور کچہری اور اس کے آگے آبادی سے باہر بہت دور تک متعدد گرنیاں روئی ۔ چاول اور تیل نکالنے کی بنی ہوئی ہیں ۔ بستی کے باہر چمڑے کے کارخانے موجود ہیں ۔ جہاں چمڑے کی دباغت ہوتی ہے اور جوتیاں وغیرہ بھی تیار ہوتی ہیں ۔ موضع ورنگل اندرون فصیل قلعہ آباد ہے ۔ یہ موضع فرزندان خواجہ کریم الدین خان مرحوم کی جاگیر ہے جو قایم جنگ بہادر کے خطاب سے مخاطب تھے ۔ عرس پیٹھ قاضی پورہ جاگیر ہے جس کو سلاطین قطب شاہیہ نے اخراجات حضرت سید شاہ جلال الدین جمال البحر معشوق ربانی رحمتہ اللہ علیہ

کے لئے وقف کیا تھا اب حضرت کی اولاد سے سید علی یاور صاحب سجادہ درگاہ اس پر قابض و متصرف ہیں - اور موضع کریم آباد حضرت ہی کی اولاد سے سید احمد صاحب قادری کی جاگیر ہے - رامنا پیٹھ وگرباجی پیٹھ کی آبادی متھواڑہ سے اور کھپاپلی و لشکر سنگارم کی آبادی ہنمکنڈہ سے ملحق ہے - لشکر سنگارم میں ۱۲۵۵ف سے ۱۲۹٦ف تک کنٹنجنٹ کی فوج رہا کرتی تھی - مگر اب یہ چھاؤنی برخاست ہو چکی ہے - رنگشائی پیٹھ ایک بڑی آبادی ہے جس میں زراعت و تجارت پیشہ لوگ زیادہ ہیں -

بازارات

ہنمکنڈہ گو مستقر صوبہ ہے مگر یہاں کوئی بازار قابل ذکر نہیں - معمولی خرید و فروخت ہوتی ہے البتہ متھواڑہ ایک مشہور تجارت گاہ قدیم زمانہ راجگان ورنگل سے چلا آتا ہے - چنانچہ اوس زمانہ بھی یہی مرکز تجارت تھا اور اب بھی اس بازار میں تجارت بہت بڑھی ہوی ہے - اکثر بیوپاری - غلہ - قالین - پارچہ وغیرہ خریدنے کے لئے دور دور سے آتے ہیں - اضلاع ورنگل و کریم نگر کا جسقدر غلہ قابل فروخت ہوتا ہے وہ یہیں آکر فروخت ہوتا ہے - یہاں کے تجارت پیشہ اس غلہ کو خرید کر اسٹیشن ورنگل سے دوسرے مقامات پر روانہ کر دیتے ہیں - روزانہ خرید و فروخت بیس پچیس ہزار روپیہ تک ہوتی ہے - اس بازار کے دو حصے ہیں - ایک قدیم اور ایک جدید - جدید بازار ۱۳۰۵ف افصلی میں بزمانہ صوبہ داری نواب انتصار جنگ وقار الملک بہادر تعمیر ہوا ہے جو انتصار گنج کے نام سے مشہور ہے - اس ایجاد کے بانی سابق نواب فراز جنگ بہادر اول تعلقدار وقت تھے - انہی کی کوششوں کا نتیجہ ہے کہ اس بازار کے اکثر بہت ہی سلیقہ کے ساتھ ایک ہی وضع اور قطع کے جن کے سامنے برآمدے بنے ہوے ہیں - تعمیر پائے ہیں - یہ تعمیر یہاں کے متمول ساہوکاروں نے اپنے ذاتی سرمایہ سے کی ہے - ان دوکانوں کے بیچ میں بڑی عرض کی پختہ سڑک ریلوے اسٹیشن ورنگل تک بنی ہوی ہے -

یہاں کا مروجہ سیر ۸۰ تولہ یا ۸۴ روپیہ وزن کا ہے - غلہ اکثر ماپ سے خرید و فروخت ہوتا ہے - جو ماپ یہاں مستعمل ہیں ان کے نام سولگہ - اڈا - کنجہ - ارسہ ہیں - ان کی وزنی تعداد اس طرح ہے - سولگہ ۳½ تار - اڈا ۷ تار - کنجہ ۱۴ تار - ارسہ ۲۸ تار - گو یہاں پائلی کا ماپ رائج نہیں - مگر ماپ کے وقت ۴ سولگہ یا ۳½ سیر کو پائلی کہتے ہیں - ۴ پائلی یا چودہ سیر کا

کنچہ ہوتا ہے - ۴ کنچہ یا ۵۶ سیر کا من - اور ۲۰ من یا ۱۱۲۰ سیر کی ایک کھنڈی ہوتی ہے - روغن اور نمک وغیرہ اجناس ہمیشہ وزن سے فروخت ہوتے ہیں - ان چیزوں کے وزن کا من ۱۲ سیر کا ہوتا ہے - ڈیڑھ سیر کی تکڑی اور ۸ تکڑی کا ایک من ہوتا ہے - مال یہاں منوں کے حساب سے فروخت ہوتا ہے - اشیاء درآمدہ میں نمک - سفید شکر - تاڑ کا گڑ - کھوپرا - کھجور - بادام - لونگ - الائچی - افیون - گرم مصالح چاندی - سونا - تانبا - پیتل - پارچہ ولایتی وغیرہ - اور اشیاء برآمدہ میں چاول - جوار - گیہوں - مونگ - کپاس - تل - ارنڈی - تمباکو - شطرنجیاں - قالین - دیسی پارچہ وغیرہ ہے - جو اقوام تجارت میں عموماً مصروف ہیں وہ کومٹی - مارواڑی - میمن اور سیتے ہیں - یہ لوگ تجارت کے علاوہ ساہوکارا بھی کرتے ہیں - چونکہ مارواڑی یہاں بہت کم ہیں اسلئے ساہوکارا اور جملہ بیوپار اکثر کومٹیوں کی ہاتھوں میں ہے -

صنعت وحرفت

ہنمکنڈہ میں خوشنما رومال اور سوسی کے تھان اور اقسام کے سوتی وریشمی موٹی و باریک ساڑیاں - کرتے - قمیص اور شروانیوں کے لائق پارچہ کے تھان تیار ہوتے ہیں جو عموماً حیدرآباد و دیگر مقامات کو بھیجے جاتے ہیں - رومال کے تھان کو طاقہ کہتے ہیں جو طول میں بارہ گز اور قیمت میں چھ روپیہ کا ہوتا ہے - تخمیناً دس ہزار روپیہ کا پارچہ سالانہ یہاں تیار ہوتا ہے - ہنمکنڈہ میں مختلف قسم کے فولادی ہتھیار مثل تلوار - جنبیہ - چھری وغیرہ ہاتھی دانت و دیگر قبضوں کے بنتے ہیں - ان کے بنانیوالے عموماً وہی مسلمان ہیں جو خاص ان ایرانیوں کی اولاد سمجھے جاتے ہیں جنہوں نے مسلمانوں کی چڑھائی کے زمانہ میں آکر یہیں بود و باش اختیار کر لی تھی - ان آلات کی تیاری میں انگریزی فولاد کے مقابلہ میں دیسی فولاد زیادہ کام میں لایا جاتا ہے جس کا معدن موضع گنا سدرم پٹی بھینسگل تعلقہ آرمور ضلع نظام آباد میں ہے -

قصبہ متھوارہ - کریم آباد اور قلعہ ورنگل میں قالین بافی کے بڑے بڑے کارخانے موجود ہیں جنمیں اونی - سوتی اور ریشمی ہر قسم کے قالین تیار ہوتے ہیں - قالین باف بھی عموماً مسلمان ہیں - جو مثل ہنمکنڈہ کے ہتھیار ساز کے ایرانی النسل کہلاتے ہیں - اوسط درجہ کا قالین کم سے کم پانچ روپیہ اور اعلیٰ درجہ کا ہزار روپیہ تک تیار ہوتا ہے - سنہ ۱۲۹۹ فصلی میں تقریباً پچھتر ہزار روپیہ کے قالین

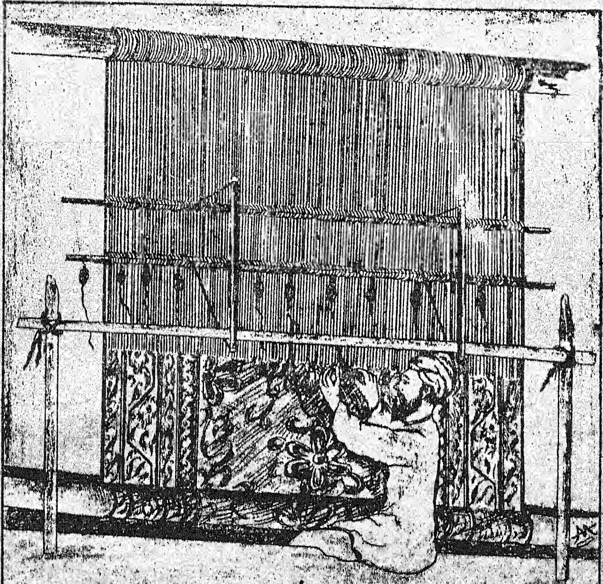

(قالین بافی)

ولایت بھیجے گئے تھے جہاں ان کی بڑی قدر ہوئی۔ مگر بعد میں جب کہ رنگ ناپائدار دینے لگے تو ان کی مانگ کم ہوگئی جس کی وجہ سے ان لوگوں کا بہت بڑا نقصان ہوا۔ اس وقت سے پھر رنگ پختہ دیا جا رہا ہے۔ اور لاکھوں روپیہ کے۔ ریشمی۔ سوتی۔ اونی قالین یہاں سے بلدہ حیدرآباد و دیگر مقامات و ممالک غیر کو بھیجے جاتے ہیں۔ جس کی وجہ سے یہ شاخ صنعت و حرفت زیادہ ترقی پذیر ہے۔ قالین بافی کے علاوہ خالص ریشمی پارچہ مثل پتامبر۔ ساڑھی۔ چولی وغیرہ کے تیار ہوتا ہے۔ پتامبر کی قیمت پندرہ روپیہ سے چالیس روپیہ تک ہوتی ہے۔ اسمیں عموماً بمبئی سے آیا ہوا ریشم لگایا جاتا ہے۔ جس کو یہاں کے بافندے خود دھو کر اکثر نیلا یا زرد یا سیاہ رنگتے ہیں۔

یہ ریشمی مال گو مضبوط ہوتا ہے مگر اسقدر اسمیں صفائی نہیں ہوتی جسقدر بھی۔ پونہ و پٹن (تعلقہ ضلع اورنگ آباد) کے مال میں ہوتی ہے اسلئے اس میں بہت کچھ اصلاح کی ضرورت ہے۔ یہ مال سالانہ بیس بائیس ہزار روپیہ کا تیار ہوتا ہے اور عموماً ورنگل اور اس کے اطراف کے تعلقات ہی میں فروخت ہو جاتا ہے۔ یہاں چھوٹے چھوٹے ریشمی تھان اور رومال بھی تیار ہوتے ہیں جن کو اکثر یہیں کی متمول رعایا اور عہدہ دار خرید لیتے ہیں۔ ریشمی تھان سات گز کا ہوتا ہے اور اس کی قیمت بیس روپیہ تک ہوتی ہے۔

موضع حسن پرتی تعلقہ ورنگل قصبہ ہنمکنڈہ سے چھ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ یہاں ٹسر کے تھان تیار ہوتے ہیں۔ ان کا کپڑا صاف۔ خوش قماش اور پائدار ہوتا ہے۔ ایک تھان کی قیمت زیادہ سے زیادہ دس روپیہ ہوتی ہے۔ ایک تھان میں دو شروانیاں تیار ہو سکتی ہیں۔ یہ ٹسر اون کیڑوں سے پیدا ہوتا ہے جو پاکھال کے جنگل اور اوس سے ملحقہ تعلقات ضلع کریم نگر میں پرورش پاتے ہیں۔ موسم گرما میں یہ کیڑا بیری کے درخت پر نظر آتا ہے اس کو کویا واڑ قوم کے لوگ جو مذہباً ہندو ہوتے ہیں۔ پہچانتے ہیں۔ ان کے نر و مادہ کی شناخت اسی قوم کو ہے۔ یہ لوگ اون کیڑوں کو لاکر نر و مادہ میں اختلاط کراتے ہیں۔ اس سے دو ڈھائی سو انڈے پیدا ہوتے ہیں۔ ان انڈوں کی حفاظت کیجاتی ہے۔ پندرہ دن کے بعد ان انڈوں سے کرمک پیدا ہوتی ہے۔ ان کی غذا کے لئے پیداوہرسی اور نلامدی کا پتا مقرر ہے۔ جب یہ کرمک کسیقدر بڑھ جاتی ہے تو ان کو نلامدی کی شاخوں پر بٹھا دیتے ہیں۔ یہ کیڑے اسی جگہ رہ کر اپنا مسکن یعنے بجرّے بناتے ہیں۔ جنسے ٹسر نکلتا ہے۔ بجرّے جب کارآمد ہو جاتے ہیں تو کویا واڑ ان بجرّوں کو بحساب فی روپیہ ڈھائی سو بجرّے ویانڈلہ واڑ قوم کے ہاتھ بیچڈالتے ہیں یہ لوگ مذہباً پنچ قوم کے ہندو ہوتے ہیں جو ان بجرّوں کو خرید کر ایک ظرف میں ڈالتے ہیں اور اسمیں پانی بھر کر راکھ اور گھانس ڈالکر جوش دیتے ہیں۔ اس عمل سے ان بجرّوں میں منھ پیدا ہو کر تار نکلنے لگتے ہیں۔ یہ لوگ اس قدیم طریقہ کے سوائے دوسری ترکیب اختیار کرنا مذہباً برا جانتے ہیں۔ ورنہ ممکن تھا کہ زمانہ موجودہ کے کثیر المنفعت و سہل طریقوں سے تجارت کو فروغ ہونے کے علاوہ ان کی مالی حالت بھی درست ہو جاتی۔ ویانڈلہ واڑ ان بجرّوں کو پٹویگروں کے ہاتھ فروخت کرتے ہیں جو دیہات میں ان کی خریداری

سے کے لئے جایا کرتے ہیں۔ پٹوگر یہ بڑے چھ روپیہ ہزار کے حساب سے خرید کر اونسے صاف ریشم نکالتے ہیں۔ ساٹھ کیڑوں میں ڈھائی تولہ یعنے فی روپیہ ۳/۴ تولہ ریشم نکلتا ہے جو بمبئی کے ریشم کے مقابلہ میں قریب دوچند کے ہوتا ہے۔ اس کو مختلف رنگ دیکر تین سے چھ گز تک کے تھان بنتے ہیں جس کی قیمت بھی چھ روپیہ تک ہوتی ہے۔ ان کو ٹری کہتے ہیں اور غریب برہمن و بقال وغیرہ جو قوم زنار دار ہیں اپنی پوجا پاٹ اور کھانے کے وقت باندھتے ہیں اس قسم کا مال یہاں سالانہ آٹھ نو ہزار روپیہ کا تیار ہوتا ہے۔ علاوہ بریں خالص ریشم سے تقریباً پندرہ ہزار روپیہ سالانہ کا ریشمی پارچہ تیار ہو کر فروخت ہوتا ہے۔

چمڑے کی دباغت کے چار پانچ کارخانے بھی متھواڑہ میں قایم ہیں اور اس کام کا ٹھیکا لبنوں نے لیا ہے۔ گائے بیل بھینس۔ بکرے وغیرہ کے چمڑے خرید کر یہ لوگ بعد دباغت مدراس بھیجتے اور اوس سے نفع اٹھاتے ہیں۔

مدارس یہاں کُل پندرہ مدارس سرکاری جاری ہیں جن میں سے آٹھ لڑکوں کے اور سات لڑکیوں کے ہیں۔ اول الذکر مدارس کے منجملہ ایک ہائی اسکول و ایک اپر پرائمری اسکول ہنمکنڈہ میں۔ ایک اپر مڈل اسکول اور ایک مدرسہ اسلامیہ امدادی متھواڑہ میں۔ ایک اپر پرائمری اسکول رنگشائی پیٹھ میں۔ اور ایک ایک لوئر پرائمری اسکول محلہ صوبہ داری۔ کرباجی پیٹھ و راما پیٹھ میں ہیں۔ اور ثانی الذکر مدارس کے منجملہ اردو کا ایک اپر پرائمری اسکول متھواڑہ میں اور ایک ایک لوئر پرائمری اسکول ہنمکنڈہ۔ کمہار پلی رنگشائی پیٹھ و کرباجی پیٹھ میں اور تلنگی کا ایک ایک لوئر پرائمری اسکول متھواڑہ اور ہنمکنڈہ میں جاری ہے لڑکوں کے تمام مدارس میں اردو اور تلنگی کی تعلیم دیجاتی ہے۔ اور اس کے علاوہ ہائی اسکول میں بطور زبان اول و مڈل اسکول میں بطور زبان دوم انگریزی پڑھائی جاتی ہے۔ مدرسۂ اسلامیہ میں لڑکے مذہبی تعلیم پانے کے علاوہ امتحانات مولوی و منشی کے لئے تیار کرائے جاتے ہیں۔ ان کُل مدارس میں تقریباً (۱۳۰۰) طلبہ زیر تعلیم ہیں۔ جن میں سے (۹۰۰) لڑکے اور (۴۰۰) لڑکیاں ہیں۔ ان سرکاری و امدادی مدارس کے علاوہ یہاں متعدد خانگی مدارس بھی موجود ہیں۔ جن میں پانچ چھ سو

طلبہ تعلیم پاتے ہیں۔ باوجود ورنگل ایک مشہور و معروف صنعت و حرفت کا مقام ہونے کے یہاں پر جو مدرسہ صنعت و حرفت جاری تھا وہ بلدۂ حیدرآباد میں منتقل ہوچکا ہے لہذا مقامی لوگوں کے لئے اس مفید مدرسہ کی یہاں سخت ضرورت ہے۔

آثار قدیمہ آثار قدیمہ کے لحاظ سے ورنگل کچھ کم ممتاز نہیں ہے۔ کیونکہ گذشتہ زمانہ کے راجاؤں نے اپنی یادگار میں بہت سے خوشنما مفید و کارآمد عمارتیں تعمیر کرکے چھوڑے ہیں جس سے اس زمانہ کے ہندوؤں کی اولوالعزمی۔ بلند خیالی۔ پیش بینی۔ عاقبت اندیشی۔ ہنرمندی۔ ہنر پسندی۔ طرز زندگی ان کے اخلاق و عادات کی کیفیت اور مذہبی حالات و اعتقادات ظاہر ہوتے ہیں۔ چنانچہ ان بڑے بڑے عمارتوں کے آثار و علامات جو ان راجاؤں کے زمانہ کے تیار شدہ ہیں ہنوز قایم و موجود ہیں۔ سب سے قدیم اور مشہور مندر پدماکشی دیبی کا ہے۔ جو کوہ ہنمکنڈہ کے عقب میں ایک پہاڑی پر بنا ہوا ہے۔ مشہور ہے کہ اسی دیبی نے راجہ مہادیو ورما کو جو سلطنت ورنگل کا بانی تھا اوس کے بچپن کے زمانہ میں یہ پیشگوئی کی تھی کہ وہ ایک بہت بڑا زبردست راجہ ہوگا جسکی شجاعت و حکومت کی چار دانگ عالم میں دھوم ہوگی۔ اور اس سلطنت کا ڈنکا اس کے خاندان میں ہزار سال تک بجتا رہیگا۔ چنانچہ کل راجگان ورنگل اس دیبی کے بڑے معتقد تھے۔ آج تک بھی اس کا دیول عام درشن گاہ اہل ہنود ہے۔ دور دور سے ہندو عقیدتمند اس کی پوجا کے لئے یہاں آیا کرتے ہیں۔ سرکار سے سات بیگھہ زمین انعام اس مندر کے نام جاری ہے۔ جسکا سالانہ محاصل پچھتر روپیہ ہوتا ہے۔ اس پدماکشی دیبی کے اور تین بہنیں کاماکشی۔ مینا کشی و درگا دیبی بہت مشہور ہیں۔ ان کے مندر علی الترتیب کانجی ورم۔ مدیورا اور بجواڑہ علاقہ مدراس میں موجود ہیں مگر بعض لوگوں کا قول ہے کہ درحقیقت یہ کل مندر ایک ہی دیبی کے ہیں۔ جو مختلف مقامات میں مختلف نام سے مشہور ہے۔ پدماکشی کے دیول سے تقریباً آدھے میل پر بجانب شرق ایک پہاڑی کے دامن میں مخدوم کا پرانا مندر موجود ہے جہاں ہنوز پوجا پاٹ ہوا کرتی ہے۔ بھدری تالاب کے کٹہ پر جانب شمال ایک قدیم مندر دامن کوہ میں بنا ہوا ہے۔ جو ہنمکنڈہ کی آبادی سے بالکل قریب ہے۔ اگرچہ کہ اب تک یہ مندر کہیں سے خراب نہیں ہوا ہے اور اسکے اندر ایک بہت بڑا بت بھی موجود ہے۔ لیکن یہاں پوجا پاٹ نہیں ہوتی ہے۔

یہ مندر بالکل ویران حالت میں ہے۔ ان قدیم منادر میں سے وہ دیول جہاں کثرت سے پوجا کے لئے لوگ آیا کرتے ہیں اور جس کی سالانہ جاترا ہوتی ہے۔ انتصار گنج مٹھواڑہ میں ہے۔ اس مندر کے صدر دروازہ کے مقابل صحن کے قریب دو ستون پتھر کے تقریباً نو نو فٹ بلند نصب کئے گئے ہیں۔ جن پر جاترا کے زمانہ میں روشنی ہوا کرتی ہے۔ اس مندر میں منجانب سرکار نوبت مقرر ہے۔ جو روزانہ بجتی ہے۔ علاوہ ان کے اور بھی دیول یہاں موجود ہیں جو زیادہ مشہور نہیں ہیں۔ ہنمکنڈہ کے پہاڑ پر آبادی کے جانب متعدد تصاویر انسان کے بنے ہوئے ہیں۔ ان سب میں جو بڑی ہے اس کے نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ اس کی نگاہ کے سامنے بانیان تصویر نے ایک بیش بہا خزانہ دفن کر دیا ہے۔ اس تصویر کی نگاہ میں یہ صنعت رکھی گئی ہے کہ جس طرف سے دیکھو اس کی نگاہ دیکھنے والے کی طرف ہی معلوم ہوتی ہے۔ اس پہاڑ کی چوٹی پر ایک چھوٹا سا چبوترہ بنا ہوا ہے جو حضرت محبوب سبحانی رحمۃ اللہ علیہ کے نام کا چلہ ہے۔ عین آبادی میں مٹی کی گڑھی موجود ہے جو اب افتادہ ہو چکی ہے۔ یہ سب قدیم اور معمولی طرز کی عمارتیں ہیں جن کا بیان بالاجمال کر دیا گیا ہے۔ اب ذیل میں کسیقدر تفصیل کے ساتھ حالات سنگین مندر ہزار ستون ہنمکنڈہ اور قلعہ احتشام ورنگل قلمبند کئے جاتے ہیں جو خالی از دلچسپی نہ ہونگے۔

ہزار کھم کا دیول ہنمکنڈہ میں اندرون آبادی ایک سنگین مندر قدیم زمانہ کا موجود ہے جس کو وشنو اشمبہ ہولا گرہی کہتے ہیں۔ گو اب تک بھی اس دیول کا اصل حصہ مستحکم و پائدار ہے مگر اس کے سامنے کا ہزار ستون کا منڈپ جو صناعی کا ایک دلکش نمونہ ہے اور جسکی وجہ سے یہ مندر "ہزار کھم کی دیول" کے نام سے موسوم ہے۔ اس کے ستون جو نہایت خوش وضع ہیں اور ایک ہی پتھر میں تراشے ہوئے معلوم ہوتے ہیں جا بجا سے گر پڑے ہیں اور بعض قریب انہدام ہیں۔ کہتے ہیں کہ پہلے اس منڈپ کے ہزار ستون تھے مگر اب بہت سے گر کر صرف دو ڈھائی سو باقی رہ گئے ہیں۔ اور جو کچھ باقی ہیں ان میں کے اکثر ستون اپنی عمودی حالت سے ہٹے ہوئے ہیں۔ غرضکہ یہ عمارت نہایت مخدوش حالت میں ہے اگر سرکار عالی کی طرف سے اس کی سنبھال کے لئے جا بجا جدید استادے تعمیر نہ کرادئے جاتے تو اس میں شک نہیں کہ اب تک یہ عمارت ڈھ کر فرش زمین ہو جاتی۔ اس منڈپ اور دیول کے بیچ میں چار سنگین ستونوں پر

اصل مندر ہزار ستون ہنمکنڈہ

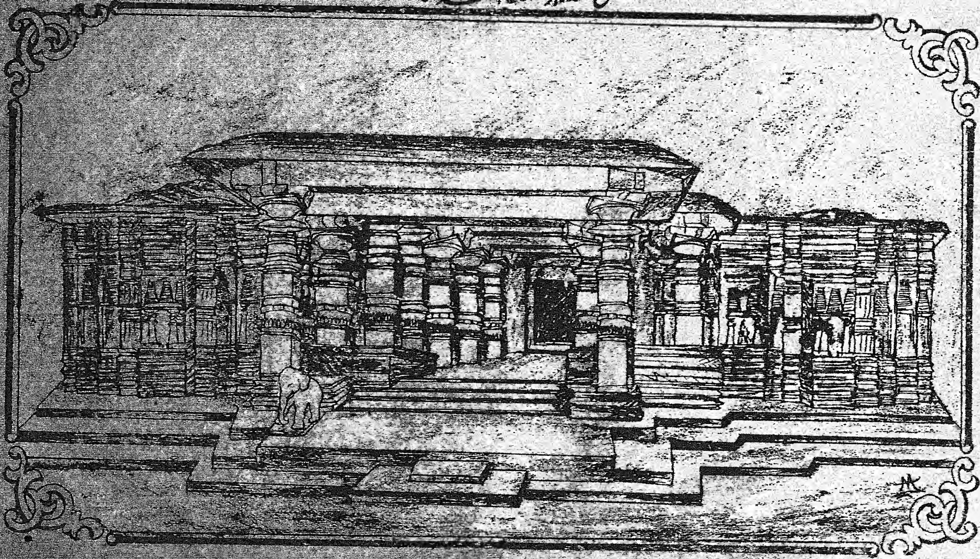

مندر ہزار ستون ہنمکنڈہ کا منڈپ

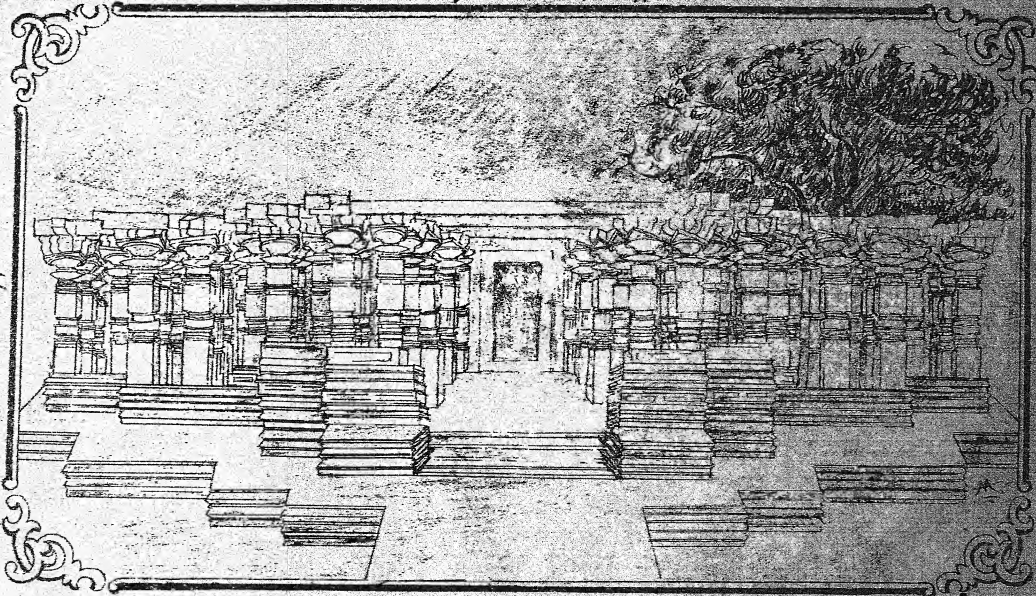

(نندی یعنی بسوناّ)

ایک چھت پتھر کی بنی ہوئی تھی جس کے نیچے دیول کے مقابل سنگ سیاہ میں ایک قوی الجثہ بیل کی صورت (جس کو تلنگی زبان میں نندی اور کنڑی میں بسوناّ کہتے ہیں) تراش کر رکھی ہوئی ہے - چھت کے گر پڑنے سے اب یہ بیل ایک جانب ٹوٹ گیا ہے جو قدیم زمانہ کی کاریگری کا ایک خاصہ نمونہ ہے -

اصل دیول پانچ فٹ کی بلند کرسی پر بنا ہے جو چنداں وسیع نہیں ہے - اس دیول کے تین درجے ہیں - اور زینہ پر سنگین برآمدہ بنا ہوا ہے - پہلے درجہ میں ایک مربع شکل کا پیش والان ہے جس کا طول و عرض پندرہ پندرہ فٹ کا ہے - دوسرے درجہ میں وسیع دالان مربع شکل کا موجود ہے جسکا طول و عرض چوبیس چوبیس فٹ کا ہے - اس وسیع دالان میں شکل مربع چار سنگین ستون پندرہ پندرہ فٹ کے فاصلہ پر چھت کو سنبھالے ہوئے استادہ ہیں - اس دالان کے تین طرف شمال و مشرق و مغرب میں کمرے بنے ہوئے ہیں اور دیول کا رُخ جنوب کی طرف ہے - ان ستونوں اور خصوصاً کمروں کے سنگین دہلیزوں کی صناعی نہایت دلکش و حیرت خیز ہے - یہ ستون بڑی خوبصورتی اور

نزاکت سے تراشے گئے ہیں یعنی ہر ستون کے وسط میں دو دو مربع شکل کے منڈیر سے بنے ہوئے ہیں جن کے نیچے اوپر گول اور ہشت پہلو مختلف وضع قطع کا نقش و نگار کیا گیا ہے۔ ان کے اوپر کا حصہ نیچے کے مقابلہ میں زیادہ ہے۔ ان ستونوں کے منجملہ ایک ستون میں جو پیش دالان میں ہے بجائے گلکاری کے صناع نے ایک انسان اور ایک مچھلی کی شکل الٹی بنا دی ہے جس کا مقصد و مطلب برآمد نہیں ہو سکتا ہے۔ بیچ کا کمرہ جو دیو کی نشست کا ہے اس کے دو درجے ہیں۔ سر دست اس میں کوئی دیو وغیرہ نہیں ہے اور نہ یہاں کوئی پوجا پاٹ ہوا کرتی ہے۔ اندرونی درجہ کی چوکھٹ جو ایک ہی پتھر میں تراشی ہوئی معلوم ہوتی ہے عجیب و غریب نقش و نگار سے آراستہ ہے۔ اقسام کی گلکاری کے علاوہ ہر دو جانب ایک ایک قطار میں گانے بجانے والوں کے تصاویر اور اس کے بعد ہاتھی پر شیر ببر کی تصاویر بعوض گل بوٹوں کے بنے ہوئے ہیں اور اس چوکھٹ کے سرے پر ایک برآمدے کی شکل بنا کر اس میں لچھمی دیبی زوجہ وشنو کی تصویر بنائی گئی ہے۔ اس چوکھٹ کی کاریگری ایک اعلیٰ درجہ کی قدیم صناعی کا قابل دید نمونہ ہے۔ باہر کی چوکھٹ میں ہر دو جانب خوبصورت سنگین ستون کے درمیان ایک خوش وضع سنگین جالی تراشی گئی ہے اور اس کے سرے پر برہم کی مورت بنی ہے۔ اس کمرہ کے مقابل دالان کے بائیں گوشہ میں ہنومان کی ایک مختصر شکل بنائی گئی ہے۔ ان سب علامتوں کے لحاظ سے یہ مندر پیروان وشنو کا تصور کیا جا سکتا ہے۔ مگر اس کے ساتھ ہی دائیں جانب جو کمرہ بنا ہوا ہے اور جو بالکل اسی وضع قطع کا ہے اور اس کی صناعی میں بھی کسی قسم کا فرق نہیں ہے۔ اس کے دیکھنے سے یہ تصور جاتا رہتا ہے۔ کیونکہ اندرونی حصہ میں اس کمرہ کے بہت بڑی لنگ کی مورت رکھی ہوئی ہے۔ اور اس کے اندرونی چوکھٹ پر بجائے لچھمی دیبی کے گنپتی کی اور بیرونی چوکھٹ پر شیو کی مورت بنی ہوئی ہے اور یہ سب علامتیں خاص شیومت والوں کی مناور کے ہیں۔ اسلئے یہ مندر ان دونوں فریق میں سے کسی کا بھی ثابت نہیں ہوتا۔ چنانچہ بائیں جانب کے کمرے کے ملاحظہ سے جو مثل دیگر کمروں کے ہے اس بات کی کامل تصدیق ہوتی ہے۔ جس میں سوریا دیو کا سنگھاسن یعنی تخت

رکھا ہوا موجود ہے۔ اور اندرونی دہلیز پر لچھمی دیبی کی تصویر اور بیرونی دہلیز پر سیو کی مورت بنی ہوئی ہے۔ پس ان علامتوں سے ثابت ہوا کہ یہ دیول خاص اسمارتھ مت والوں کا ہے۔ جو سیو اور وشنو و سوریا کو مساوی مانتے اور ان سب کی پرستش کرتے ہیں۔ چنانچہ اس مندر کے کتبہ سے بھی ثابت ہے کہ اس کی تعمیر اسمارتھ مت کے طریقہ پر ہوئی ہے۔ اور راجایان ورنگل بھی اسی مذہب اسمارتھ کے پیرو تھے مگر آخری راجاؤں کا رجحان سیومت کے طرف زیادہ ہو گیا تھا۔ جس کا ثبوت قدیم تواریخ سے بھی ملتا ہے۔ اس دیول کے ستون اور محرابوں پر چند کتبے قدیم تلنگی زبان میں ہیں اور اب اسقدر مٹے ہوئے ہیں کہ ان کا پڑھنا دشوار ہے۔ اس دیول کے جانب غرب تخمیناً اسی فیٹ کے فاصلہ پر پوجاریوں کے رہنے کے لئے ایک بہت بڑا سنگین کمرہ ۴۲ فیٹ مربع کا بنا ہوا ہے۔ اس دیول کے عقب میں ایک وسیع باؤلی پختہ سنگ بست مع زینہ موجود ہے۔ اور ہنوز اچھی حالت میں ہے۔ مگر اس کا پانی نمکین اور پینے کے قابل نہیں ہے اس دیول کا قدیم سنگین دروازہ بجانب مشرق کوئی سو قدم کے فاصلہ پر بنا ہوا موجود ہے۔ مگر اس کی تعمیر بالکل بھدی اور دیول کی تعمیر سے بہت دنوں بعد کی معلوم ہوتی ہے۔ اب اس دروازہ کے سوائے کوئی قدیم دیوار کمپونڈ کا پتہ نہیں چلتا ہے۔ رعایا کے مکانات اس دیول کے قریب تک بنے ہوئے موجود تھے۔ اور یہ دیول ان میں بالکل محصور ہو چکا تھا مگر جناب رائے مرلیدھر بہادر صوبہ دار حال کے زمانہ میں بتائید جناب کیاسن واکر صاحب بہادر معین المہام ان مکانوں کے مالکوں کو کافی معاوضہ دیکر بعد انہدام ایک وسیع پختہ سنگین کمپونڈ وال دیول کے اطراف منجانب سرکار تعمیر کرادی گئی ہے جس سے اس دیول کی رونق بہت بڑھ گئی ہے۔ اس قدیم دروازہ دیول کے متصل ایک کتبہ سنگ سیاہ کا بشکل مستطیل تقریباً ۶ فیٹ بلند استادہ ہے۔ جس کے چاروں رخ پر تحریر کندہ ہے۔ اور تحریر بہت کے اوپر نقش ابھرے ہوئے ہیں۔ یہ تحریر آریہ اور تلنگی مشترکہ زبان میں ہے۔ اور جابجا اس میں سنسکرت کے شلوک شامل ہیں۔ یہ کتبہ نہایت مغتنمات سے ہے۔ کیونکہ اس میں شجرہ

(تصاویر چہار سمت کتبہ مندر ہزار ستون ہنمکنڈہ)

تصویر سمت شمالی

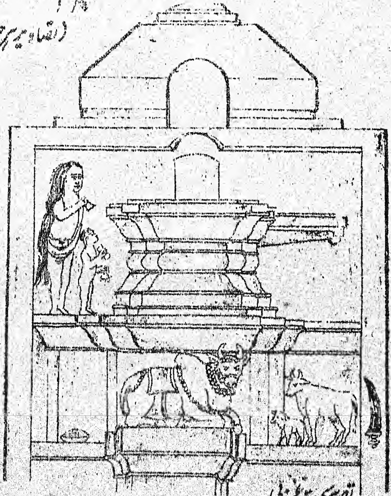

تصویر سمت غربی

تصویر سمت جنوبی

تصویر سمت شرقی

راجگان ورنگل درج ہے اور یہ بتلایا گیا ہے کہ راجہ رودر دیو مہاراج کے زمانہ سلطنت میں شالی واہن شک ۱۰۸۴ (مطابق ۵۶۴ھ سنہ ۵۶۲ فصلی مطابق اکٹوبر ۱۱۶۲ عیسوی) میں یہ دیول تعمیر کیا گیا ہے چنانچہ اس کتبہ کا خلاصہ ترجمہ درج ذیل کیا جاتا ہے۔

خلاصہ مضمون کتبہ منقوشہ ستون

"کاکتیہ خاندان کے مہا منڈلیشور یعنی راجاؤں کے راجہ شہر ہنمکنڈہ میں نہایت دبدبہ کے ساتھ حکمران تھے۔ اس زمانہ میں شک شالی واہن ۱۰۸۴ میں چیتر بھان نام سمبھر ماگھ شدی ۱۳ یوم وڈوار کو راجہ رودر نے اپنے نام سے سری رودریشور اور سری واسدیو اور سری سوریا دیو کو قائم کرنا چاہا۔ مصنف تاریخ ہذا اولاً وراہ اوتار کو سجدہ کرتا ہے ان تعریفی الفاظ کے ساتھ کہ وراہ اوتار ایسا ہے کہ جب زمین دریا میں غرق ہوگئی تو اوس کے اٹھانے کے لئے اوتار ہوا اوس وقت ساتوں سمندر نہایت شد و مد کے ساتھ آسمان تک بڑھ کر موجزن تھے مگر وراہ اوتار کے ناخن پا کے سامنے کے حصے تک پہونچے اور سات طبق زمین اور سات طبق آسمان یعنے تین لوک اون وراہ سوامی کے دانت کے نوک کے ایک حصے میں جا سمائے یعنے ٹھیر گئے۔ اور کل قدرتی طبقہ جات ان کے وجود کی ہر شئے میں مثل قطرہ آب کے رہے ہیں۔ پس میں ایسے وراہ سوامی کو سجدہ کرتا ہوں۔ ان کے بعد گنیش کو اور سرسوتی جو علم کی بخشنے والی ہیں۔ اون سے یہ التجا ہے کہ جیسے ماں دودھ کی لہر منھ میں دیتی ہے ایسے علم کی لہر میرے منھ میں جاری کر دے اس لئے میں تم کو بھی سجدہ کرتا ہوں میں (مصنف) رامیشور و بحیثیت خاندان بھاردوج درج ہے ہوں۔ راجہ رودریشور کی بنیاد یعنے سلسلہ خاندان کا اظہار کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ:-

خاندان کاکتیہ میں سری ستیہ پرمیشور دل راجہ ہوئے۔ جو بڑے

نامی گرامی بہادروں کے گروہ سے تھے۔ دشمنوں کی بیبیوں کو بیوہ بنانیوالے۔ خاندان کاکتیہ کے جوہر اعداء کے دلوں کو پریشان کرنے والے۔ اور بڑے بڑے مخالف اور دشمنوں کے جگر کو جلانے والے۔ خداپرست اور بڑے بڑے عالم اور بزرگواروں کے خدمت گذار۔ روزانہ غریب و غرباؤں کو خیرات دینے والے۔ اپنی عورت کے دل کو خوش رکھنے والے اور غیری عورتوں کو ذلیل و خوار کرنے والے۔ معرکۂ جنگ میں راجاؤں پر غالب آکر اون کو اپنا فرماں بردار بنانے والے۔ اور اپنی مملکت میں بہت اچھا انتظام رکھنے والے تھے۔ ان کا بیٹا پرول راج بڑا خداپرست اور بزرگوں کی خدمت کرنیوالا اور نامی دشمنوں کی خبر لینے والا۔ بالکل بے خوف اور معرکۂ جنگ میں لنکیشور کے مانند جری۔ اور کل علوم و قواعد فوجی سے واقف اور اصول جنگ کا بڑا ماہر تھا۔ ہاتھی کی سواری میں اعلی درجہ کا کمال رکھتا تھا۔ چلوکیا خاندان میں گویا ایک گوہر تھا۔ تیلپا جیسے مشہور دشمن کو اپنا قیدی بنایا تھا۔ گوند راج پر فتح حاصل کرکے اوس کی سلطنت چھین لی تھی۔ اور بہت سے راجاؤں کو مطیع و فرماں بردار کیا تھا۔ اس کی تعریف کہاں تک بیان کیجائے اس راجہ کی رانی مسماۃ مپماد یوی بڑی نیک اور پارسا اور کل عمدہ اوصاف سے متصف اور حسن و جمال میں یکتا مثل کوشلا دیبی۔ و جانکی۔ و کنتی۔ و لچھمی دیبی و پولومی و چندریکا کے تھی۔ اس کو ایک لڑکا مثل کام دیو۔ ننگو بر اور چینتا کے پیدا ہوا۔ اس کا نام رودر ہے۔ یہ راجا ایسا بہادر اور ماہر علوم و فنون ہے کہ اس کے نام سے بڑے بڑے راجا اور بہادر ڈرتے ہیں۔ اور مخالفت کی حالت میں اپنے مقام کو خیر باد کہہ کر فرار ہوجاتے ہیں۔ جس سے مقابلہ ہوتا ہے یہ اوسکو بے نام و نشان کردیتا ہے۔ خود بڑا خداپرست اور خداپرستوں کی بڑی خدمت گذاری کیا کرتا ہے۔ خیر و خیرات کا بڑا دینے والا۔ نہایت عادل و منصف ہر قسم کی دولت اسکو حاصل ہے۔ اس کے حدود حکومت یہ ہیں۔ دریائے شورا سے جنوب میں سری سیل پربت تک۔ اور کلنگ سے کوہ مالیہ

ونتاتک۔ دغالبًا ملیاگری پہاڑ ہونگے جو مغرب میں بالیشور کے ہیں)۔ دیول کے اخراجات
کے لئے مدی چیرو ملی عطا کیا گیا ہے وغیرہ۔"

قلعہ ورنگل

قلعہ ورنگل تاریخی لحاظ سے بڑے معرکہ کا مقام رہا ہے۔ اس کا سنگ بنیاد دہی کاکتی پرول راج
کے عہد سلطنت میں سنہ ۹ شکی سال شبھہ کرتہ ماہ کارتک بہونی روز پنجشنبہ روہنی نچھتر کے وقت رکھا گیا
تھا۔ اور جو نقشہ اوسوقت اس کی تعمیر کا بنا تھا اس میں اس کی سات فصیلیں تھیں۔ سب سے بڑی یعنے
بیرونی فصیل میں سولہ بڑے اور بارہ چھوٹے دروازے اور سب سے چھوٹی یعنے اندرونی فصیل میں جو پتھر
کی ہے چار دروازے اور اوس کے بعد کی مٹی کی فصیل میں آٹھ دروازے رکھے گئے تھے مگر اس کا پتہ
نہیں چلتا ہے کہ آیا اس نقشہ کے مطابق اس قلعہ کی تعمیر بھی ہوئی ہے یا نہیں۔ کیونکہ اسوقت صرف
دو فصیل درست حالت میں ہیں اور ایک تیسری فصیل کا پتہ چلتا ہے جو مٹی کی ہے۔ اور اس موجودہ
قلعہ سے ۳ میل کے فاصلہ پر جابجا شکستہ موجود ہے۔ چنانچہ بعض مواقع پر اس سے تالابوں کے
کٹہ کا کام لیا گیا ہے۔ یعنی موضع سیٹ پلی۔ مٹھواڑہ۔ ونیکٹاپور۔ ونیلہ کے تالابوں کے کٹے بالکل
اسی فصیل کے ہیں۔ صرف پانی کے رُخ پر بڑے بڑے پتھر لگا دیے گئے ہیں۔ اور ان میں توم د
چادریں ہوا کر ان کے ذریعہ سے بہت بڑے رقبہ میں تری کی زراعت ہوتی ہے۔ موجودہ دو ثابت
حصاروں میں سے بیرونی جو مٹی کا ہے اس کو بھومی کوٹہ اور جو اندرونی پتھر کا ہے اوس کو چٹہ کوٹہ
کہتے ہیں۔ یہ دونوں حصار قریب قریب مدور شکل کے ہیں اور ایک پہاڑی کو جو گول اور ایک ہی پتھر
کی ہے گھیرے ہوئے ہیں۔ چنانچہ اسی مناسبت سے اس قلعہ کا نام اوردگل (اور و = ایک
گل = پتھر) رکھا گیا تھا۔ اور اس شہر کو سنسکرت میں ایکیلا نگرم (ایک پتھر کا شہر) کہتے تھے
مگر کثرت استعمال سے اوردگل کا ورنگل ہوگیا ہے۔ چٹہ کوٹہ گویا شہر پناہ ہے اس کی وسعت نصف
مربع میل کی ہے۔ اس میں تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر نہایت مستحکم برج دہتری بنے ہوئے
ہیں۔ اور ان پر جانے کے لئے فصیل میں خوشنما زینے لگے ہوئے ہیں۔ مگر قلعہ میں کوئی توپ

وغیرہ نہیں ہے۔ سنا جاتا ہے کہ یہاں کی توپیں سب قلعہ ظفرگڈھ میں منتقل کی گئی ہیں۔ اس فصیل کے اطراف ایک گہری خندق موجود ہے۔ پٹّا کوٹھ اور بھوی کوٹھ کا درمیانی رقبہ چار مربع میل سے کم نہیں ہے۔ کہتے ہیں کہ جب غنیم کی فوج اس قلعہ کا محاصرہ کرتی تھی تو اسوقت اس حصہ میں زراعت کر کے اہالیان قلعہ کے لئے کھانے پینے کا سامان مہیا کیا جاتا تھا۔ چنانچہ اب بھی اسمیں زراعت ہوتی ہے۔ بھوی کوٹھ کے اطراف بھی ایک خندق موجود ہے جس کی وجہ سے وہ زیادہ بلند دکھائی دیتا ہے۔ مگر درحقیقت اس کی بلندی تیس فیٹ سے زیادہ نہیں ہے۔ اس میں دو دروازے ہیں۔ مشرقی کو بند دروازہ اور غربی کو حیدرآباد دروازہ کہتے ہیں۔ پٹّہ کوٹہ یعنی فصیل سنگین میں چار دروازے ہیں۔ جن میں سے شمالی و جنوبی بالکل بند ہیں۔ صرف مشرقی و غربی کھلے ہیں۔ ان دروازوں کی چوکھٹوں پر اور قلعہ کے اندر بعض ستونوں پر قدیم زبان تلنگی و دوریہ میں کتبے موجود ہیں۔ جو امتداد زمانہ کی وجہ سے مٹ کر عموماً پڑھے نہیں جاتے ہیں۔ اسوقت قلعہ میں کوئی ایسی یادگار باقی نہیں ہے جو قابل ذکر سمجھی جائے البتہ ایک عالیشان مکان مسلمانوں کے عہد کا شتاب خاں قلعہ دار کا بنایا ہوا دربار محل کے نام سے مشہور رہا ہے۔ یہ ایک بڑے ہال کی شکل میں کشادہ اور ہوادار بنا ہے۔ اس کی چھت اکثر جگہ گر پڑی ہے مگر اس کی وضعدار کمانیں و دیواریں جن پر یہ چھت تھی ہنوز موجود ہیں۔ اس کا صدر دروازہ قوسی بنا ہوا نہایت خوشنما ہے۔ اس مکان سے تھوڑے فاصلہ پر اس سے بھی زیادہ دلچسپ قدیم زمانہ اہل ہنود کے بنے ہوئے

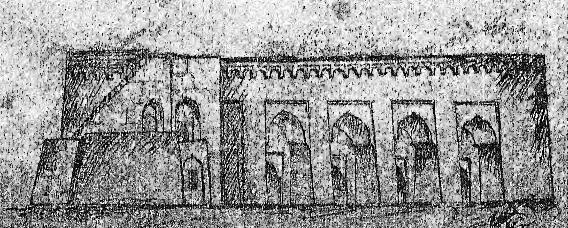

دربار محل

سیاہ پتھر کے چار گیٹ بشکل چار کمان حیدرآباد کے ایک دوسرے کے مقابل چار سمتوں میں قایم ہیں۔
ان کا فاصلہ آپس میں نصف فرلانگ سے زیادہ نہیں ہے۔ ان کی بلندی تقریباً تیس فٹ کی ہے۔
ان گیٹوں کے ہر چار ستونوں اور اون کے اوپر کی کرسی و منبر منڈیروں میں جو صناعی و نقاشی کی گئی
ہے وہ نہایت وضعدار اور عجیب و غریب ہے۔ ان کے ہر گوشہ پر بوضع طاؤس ہنس کی صورت
تراش کر بٹھائی گئی ہے۔ اور ان کی صناعی میں یہ کمال کیا گیا ہے کہ کامل گیٹ ایک ہی پتھر میں تراشا
ہوا معلوم ہوتا ہے۔ اس مقام کے مشاہدے سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے۔ کہ ان چاروں گیٹوں کے
بیچ میں مثل دیول وغیرہ کے کوی عالیشان عمارت رہی ہوگی۔ جس کا ثبوت اون ستونوں اور پتھروں

(سنگین گیٹ واقع اندرون قلعہ احشام ورنگل)

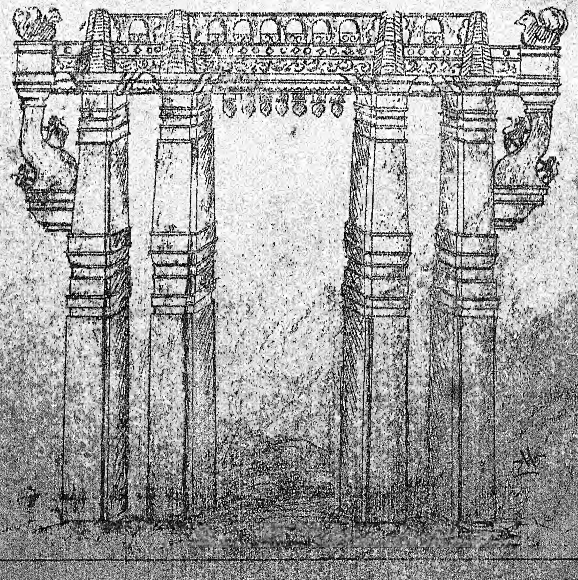

سے بھی ملتا ہے جو ادھر ادھر گرے پڑے ہوئے ہیں۔ بعض لوگوں کا بیان ہے۔ کہ یہ راجہ رودر پرتاب کے محلسرا کے دروازے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔ اس قلعہ میں اکثر جگہ پتھر کے مجسمے موجود ہیں۔ جو پانچ فیٹ سے بیس فیٹ تک بلند ہیں۔ یہاں کا مشہور دیول جس میں سنگ پارس کا لنگ تھا اور جس کی حفاظت کے لئے قلعہ ورنگل تعمیر پایا تھا اب بالکل کس مپرسی کی حالت میں نصف تک زمین میں گڑھا ہوا ہے۔ یہاں کی متعدد قدیم مندروں میں سے سوائے دو تین کے جہاں پوجا پاٹ ہوتی ہے باقی سب غیر آباد ہیں۔ اورو گل پہاڑی پر ایک برج ہے اور اوس کے قریب ایک چھوٹا سا دیول خراب و خستہ حالت میں ہے۔ اس کے مقابل دوسری پہاڑی پر ایک ویران مندر اور مکان موجود ہے۔ ایک اور مندر آبادی کے قریب بجانب جنوب واقع ہے۔ جہاں پوجا پاٹ ہوا کرتی ہے۔ اس کے صحن میں پتھر کے تین بیل رکھے ہوئے ہیں۔ جن کی صنعت قابل دید ہے۔ ان کو اگر کسی لکڑی وغیرہ سے ماریں تو ایک میں سے ایسی آواز آتی ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اندر سے خالی ہے۔ اس مندر کے متصل دو کتبے قدیم تلنگی و اوریہ زبان کے موجود ہیں۔ یہاں سے تھوڑی دور آگے ایک مسجد نہایت وسیع قدیم زمانہ کی ویران حالت میں پڑی ہے۔ جس کا نصف سے زیادہ حصہ ڈھ گیا ہے۔ جنوبی دروازہ کے پاس چند مکانوں کے کھنڈیر دکھلائی دیتے ہیں۔ سنا جاتا ہے کہ ان میں رسد اور سامان رکھا جاتا تھا۔ شمالی دروازہ کے پاس جو مکان ہے وہاں بارود کا مخزن تھا۔ اس قلعہ میں متعدد باؤلیاں عمدہ سنگ بستہ نہایت پختہ موجود ہیں۔ ایک بہت بڑی باؤلی بنام سنگار باؤلی دربار محل کے متصل موجود ہے۔ جس کے چاروں کونوں میں چار پختہ کوٹھیں ہیں۔ اس کے علاوہ کاکتی باؤلی۔ دو بہنوں کی باؤلی۔ دو سوتنوں کی باؤلی وغیرہ قابل دید ہیں۔ قلعہ ورنگل ہنوز آباد ہے۔ تقریباً نو سو مکان موجود ہیں۔ جن میں پانچ ہزار نفوس رہتے ہیں۔ دربار محل کے قریب ایک چھوٹا سا مکان ہے۔ جس میں نواب قایم جنگ بہادر قلعہ دار و جاگیردار ورنگل رہتے تھے۔ اور جن کا انتقال ہو چکا ہے۔ اور ان کی اولاد کم عمر ہونے کی وجہ سے یہ جاگیر زیر نگرانی کورٹ آف وارڈس ہے۔

جدید عمارات زمانہ حال کی عمارتوں میں کوئی عمارت ایسی پختہ نظر نہیں آتی جو صدیوں تک قایم رہ سکے۔ البتہ بڑی لاگت کی عمارتوں میں گورنمنٹ ہوز۔ مکان محکمہ بندوبست۔ حضرت عبد النبی شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا گنبد و سنٹرل جیل ورنگل قابل ذکر ہیں۔ گورنمنٹ ہوز میں صوبہ دار صاحب صوبہ ورنگل رہتے ہیں۔ یہ ایک رفیع الشان عمارت ہے جسکے اردگرد معزز امراد مصاحبین کے فرودگاہیں بھی ہیں۔ اسمیں ایک خانہ باغ موجود ہے جس کا فرحت بخش منظر دلچسپی سے خالی نہیں ہے۔ بندوبست کی کچہری کا مکان اپنی وسعت کے لحاظ سے اپنی آپ ہی نظیر ہے۔ حضرت عبد النبی شاہ صاحب کا گنبد قدیم عمارات عرب کی طرز پر نقش و نگار کیا ہوا نہایت عالیشان اور وضعدار بنا ہے۔ اس کے محاذی اندرون احاطہ درگاہ ایک سماع خانہ اور اس کے متصل ایک خوبصورت مسجد بنی ہے۔ درگاہ کے روبرو سڑک کے دوسری جانب ایک سہ دو منزلہ بنائی گئی ہے اس کی اوپر کی منزل پر شاہ صاحب رح کے نام سے روزانہ نوبت بجا کرتی ہے۔ سنٹرل جیل کی تعمیر پختہ اور قابل تعریف ہے۔ اس میں بلاک قرینے سے بنے ہوے ہیں۔ وسط جیل میں ایک وسیع باؤلی پر پختہ اور خوشنما برج تعمیر کیا گیا ہے۔ جہاں قیدیوں کی نگرانی کے لئے پہرہ مقرر ہے۔ قیدیوں سے نجاری۔ رنگسازی۔ جلدسازی۔ خیاطی۔ تیاری ظروف گلی۔ شطرنجی و قالین بافی کا کام لیا جاتا ہے۔

اعراس یہاں کے صرف تین عرس مشہور ہیں۔ ایک تو حضرت شاہ جلال الدین جمال البحر معشوق ربانی رح کا جو ماہ رجب میں ہوتا ہے اور جن کا گنبد موضع عرس میں ہے۔ دوسرا حضرت سید شاہ افضل بیابانی رح کا جو سرکار ورنگل کے قاضی تھے بمقام قاضی پیٹھ ماہ صفر میں ہوتا ہے۔ تیسرا حضرت عبد النبی شاہ صاحب رح کا جو مجذوب تھے ہنمکنڈہ میں منجانب سجادہ درگاہ بماہ ذیقعدہ اور منجانب سرکار بماہ شوال ہوتا ہے۔ اس آخر الذکر عرس کے اخراجات سرکار خاص سے ادا ہوتے ہیں اور کبھی ہنگام عرس اعلحضرت بھی تشریف لاتے ہیں مگر اکثر امرا و عہدہ داران بلدہ حیدرآباد وغیرہ شریک عرس ہوتے ہیں اور ان دنوں بڑا مجمع رہتا ہے۔

جاترا خاص ورنگل میں کوئی بڑی جاترا نہیں ہوتی۔ البتہ ایراگٹہ و پرچہ رپاد جرگل[1] کی جاترا کے

---

[1] جرگل اسٹیشن آلیر یا جنگاؤں سے تین کوس کے فاصلہ پر واقع ہے۔ جہاں راگھوندر جی کا مندر موجود ہے یہاں کی جاترا ماہ کارتک کی پونم میں ہوتی ہے جو بمقابلہ دیگر مقامات کی بہت بڑی ہوتی ہے۔ دور دور سے تاجر وغیرہ آتے ہیں۔ اور بیوپار کا بازار خوب گرم رہتا ہے۔

لئے یہاں سے لوگ بکثرت جاتے ہیں - ایراگٹہ کو برچمن وشنو کہتے ہیں - یہ دیول حسن پرتی اور بھیما ورم کی سرحد پر پہاڑ کے دامن میں واقع ہے جو ہنمکنڈہ سے چھ میل کے فاصلہ پر واقع ہے - ہر سال ماہ پھاگن میں یہ جاترا ہوتی ہے - اور ہزارہا لوگ اطراف واکناف کے جمع ہوتے ہیں - ویربھدر پا کی جاترا کا آغاز ماہ پوس میں ہوتا ہے اور تین دن تک رہتا ہے - یہ مندر کنڈہ کنڈہ کی آبادی سے ایک میل کے فاصلہ پر اور ہنمکنڈہ سے ۲۴ میل پر ایک پہاڑی میں واقع ہے - یہاں شیو کے پوجنے والے خصوصاً لنگایت لوگوں کا بڑا مجمع رہتا ہے اور تقریباً دس بارہ ہزار آدمی جمع ہوتے ہیں -

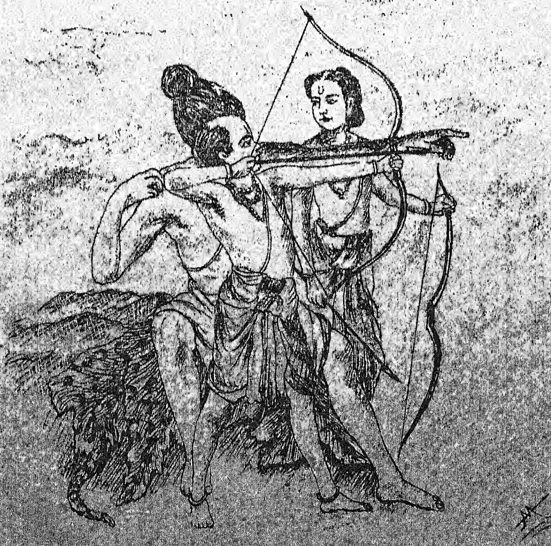

باب دوم

ورنگل کے تاریخی حالات

ہندوؤں کی مقدس کتاب مہابھارت میں جس پانڈوا اور کوروا کا ذکر ہے اسی پانڈوا کا تیسرا لڑکا ارجن تھا۔ اوس کی اولاد کا سلسلہ یوں رہا ہے۔ (۱) پرکشت۔ (۲) جنمیجیا۔ (۳) ستنیکا۔ (۴) کشمیکا۔ (۵) سومی یدرا۔ (۶) سومان ریپا۔ (۷) آتونگا بھوجا۔ (۸) نندا (بانی شہر نندگری (ناندیڑ)) اس نندا کی ایک لڑکی اور ایک لڑکا تھا۔ لڑکی کا بیٹا ورشینا اور لڑکے کا بیٹا اگنی ورنا تھا۔ ورشینا کی اولاد ورشتی کولا کہلاتی تھی۔ ورشینا کا باپ بیتا بھانو نامی یادو دسا یعنی یدو خاندان سے تھا مگر چونکہ ان کا خاندانی دیو ورشتی کولا مانا گیا تھا اسلئے یہ خاندان ورشتی کولا ہی کے نام سے موسوم ہو گیا۔ اگنی ورنا کے دس لڑکے تھے جو باپ کے انتقال کے بعد آپس میں لڑ جھگڑ کر کچھ تو مر گئے اور کچھ ورشتی کولا کے زیر حمایت آگئے۔ چنانچہ اسطرح دختر نندا کا بیٹا یعنے نندا کا نواسہ ورشینا مالک تخت و تاج بن گیا۔ اور اولاد نرینہ کا سلسلہ یہاں ختم ہو گیا۔ اس ورشینا کے بعد اوسکی اولاد سے کئی ایک راجہ یکے بعد دیگرے تخت نشین ہوئے اور بالآخر ایک راجہ ورشتی چندرا دیو نامی ہوا۔ اس نے کندورم یعنی قندھار کو اپنا پایۂ تخت بنایا اس کے بعد اس کا بیٹا کنم دیو راج تخت نشین ہوا۔ جب یہ مر گیا تو اس کا بیٹا سوما دیو راج راجہ بنا۔ اس کے عہد سلطنت میں کلنگ کے راجہ بلہا دیو نے اس ملک پر چڑھائی کی۔ طرفین میں ایک جنگ عظیم ہوئی۔ سوما دیو مارا گیا۔ اس مقتول راجہ کی رانی مسماۃ سربال دیوی جو اپنے شوہر کے مرنے کے وقت حاملہ تھی اس خوف سے کہ مبادا کہیں دشمنوں کے ہاتھ گرفتار نہ ہو جائے۔ وہاں سے فرار ہو کر ہنمکنڈہ آئی اور ایک پروہت (شاستری) کے مکان میں جسکا نام مہادیو ورما تھا پناہ لی۔ برہمنوں نے اس کی حالت پر ترس کھا کر اس کو بہت کچھ اطمینان دلایا اور اس کی حفاظت کا پورا پورا وعدہ کیا۔ اس اثناء میں یہ خبر کلنگ کے راجہ کو پہونچی تو وہ فی الفور تھوڑی فوج کے ساتھ اپنے دار الخلافہ سے کوچ کر کے ہنمکنڈہ آیا اور اس مظلوم بیوہ کو لینے

روبرو حاضر کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ اس حکم کی تعمیل کی گئی مگر برہمنوں نے اس عورت کو بچانے کے لئے راجہ سے بیان کیا کہ وہ راجہ مقتول کی بی بی نہیں ہے۔ بلکہ ایک غریب برہمن کی بی بی ہے جس کا شوہر کاسی گیا ہوا ہے۔ رانی تو برہمنی نہ تھی۔ مگر یہ برہمنی ہے البتہ اس کی شباہت رانی سے بہت ملتی جلتی ہے جس کی وجہ سے مغالطہ ہو رہا ہے۔ راجہ کو ان باتوں کا یقین نہ آیا اور اپنے شک کو رفع کرنے کے لئے برہمنوں سے کہا کہ مجھے تمہاری بات کا اسوقت پورا یقین ہوگا جب کہ تم سب اس عورت کے ہاتھ سے میرے روبرو کھانا کھاؤ۔ جس کو برہمنی بتلا رہے ہو۔ چونکہ برہمنوں کو اس عورت کی جان بچانی منظور تھی اسلئے پنڈتوں اور شاستریوں نے فتویٰ دیا کہ اگر جان بچانے کے لئے کھانا کھالیا جائے تو اس سے مذہب میں کوئی فرق نہیں آئیگا۔ پس برہمنوں نے راجہ سے اپنی رضامندی کا اظہار کیا۔ کھانا پکایا گیا۔ سب برہمن صف بصف بٹھلائے گئے اور راجہ کے روبرو سرپال دیوی سب برہمنوں کو کھانا دیتی رہی اور سبھوں نے بہ طیب خاطر کھایا۔ اس سے راجہ کا شک بالکلیہ رفع ہوگیا اور برہمنوں کے بیان کو یقین جان کر رانی کو رہا کر کے اوس کی گذر اوقات کے لئے کچھ وظیفہ مقرر کر دیا۔ سرپال دیوی اسی پروہت کی حفاظت میں رہنے لگی۔ جب حمل کی مدت ختم ہوئی تو اوس کو ایک لڑکا پیدا ہوا۔ اس لڑکے کا نام سرپال دیوی نے بطور یادگار احسانمندی پروہت مذکور مہادیو ورما رکھا جو اس پروہت کا نام تھا۔

کہتے ہیں کہ اس لڑکے پر پدماکشی دیبی بڑی مہربان تھی۔ اوس نے پیشگوئی کی تھی کہ یہ لڑکا ایک وسیع سلطنت کا مالک ہوگا جو ہزار سال تک قایم و برقرار رہیگی۔ اور اس خاندان کے راجے ہر لڑائی میں فتحیاب ہوتے رہینگے اور ان کا ملک سرسبز و آباد رہیگا۔ چنانچہ جب یہ لڑکا بڑا ہوا تو فوج کثیر فراہم کرکے ہنمکنڈہ اور اوس کے مضافات پر قبضہ کر لیا۔ اور اپنی ایک جداگانہ سلطنت قایم کرکے سنہ ۳۲ شکی سال تارنا ماہ ماگھ پنچمی روز پنجشنبہ کو تخت نشین ہوا اور اپنا دارالخلافہ ہنمکنڈہ قرار دیا۔ اس نے کل ۱۶۰ سال سلطنت کی اور اس کے بعد جن راجاؤں نے اس ملک پر حکمرانی کی ان کے نام بہ تفصیل مدت حکومت وغیرہ درج ذیل کئے جاتے ہیں۔

اسمائے رایانِ ورنگل معہ مدت و سنہ حکومت

نشان سلسلہ	نام راجہ	مدت حکومت	شکے از	شکے تا	عیسوی از	عیسوی تا
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷
۱	مہادیو ورما	۱۶۰ سال	۲۳۰	۳۹۰	۲۹۷	۳۶۷
۲	پدما سینا	۷۴ ″	۳۹۰	۴۶۴	۳۶۷	۵۴۱
۳	وتما راج	۷۳ ″	۴۶۴	۵۳۷	۵۴۱	۶۱۴
۴	پراکی وتماراج	۷۳ ″	۵۳۷	۶۱۰	۶۱۴	۶۸۷
۵	ونی گنڈماراج	۷۰ ″	۶۱۰	۶۸۰	۶۸۷	۷۵۷
۶	کستلا دیوی	۱۹ ″	۶۸۰	۶۹۹	۷۵۷	۷۷۸
۷	ارکا دیوراج	۶۸ ″	۶۹۹	۷۶۷	۷۷۸	۸۴۶
۸	بھوانیکہ بل	۶۸ ″	۷۶۷	۸۳۵	۸۴۶	۹۱۴
۹	تری بھوانیکہ بل	۷۶ ″	۸۳۵	۹۱۱	۹۱۴	۹۹۰
۱۰	کاکتی پرول راج	۶۶ ″	۹۱۱	۹۷۷	۹۹۰	۱۰۵۶
۱۱	پرتاب رودر دیو اول	۷۲ ″	۹۷۷	۱۰۵۰	۱۰۵۶	۱۱۲۸
۱۲	مہادیو راج	۳ ″	۱۰۵۰	۱۰۵۳	۱۱۲۸	۱۱۳۱
۱۳	گنپتی دیوراج	۷۵ ″	۱۰۵۳	۱۱۲۸	۱۱۳۱	۱۲۰۶
۱۴	رودرا دیوی	۴۱ ″	۱۱۲۸	۱۱۶۹	۱۲۰۶	۱۲۳۷
۱۵	پرتاب رودر ثانی	۷۶ ″	۱۱۶۹	۱۲۴۵	۱۲۳۷	۱۳۲۳

اس خاندان کے راجہ ابتداءً ایک چھوٹے سے ستان کے مالک تھے مگر رفتہ رفتہ انہوں نے اپنی حکومت کو ایسا بڑھایا کہ کل تلنگانہ پر بھی قابض ہوگئے۔ اس خاندان کا پانچواں ممبر ونٹی گنڈم راج تھا جس نے ملک کلنگ پر چڑھائی کی۔ کلنگ کے راجہ نے اسکا مقابلہ کیا مگر بالآخر اسکو شکست ہوئی اور دونوں میں بدیں شرائط صلح ہوگئی کہ کلنگ کا راجہ سالانہ خراج دیا کرے۔ ونٹی گنڈم راج جسوقت انتقال کیا اوس کا لڑکا ارکادیو راج شیرخوار تھا اسلئے کنتالا دیوی اوسکی پھوپھی نے ۱۹ سال تک اس سلطنت کو سنبھالا۔ کمسن بچہ کو برسر حکومت پاکر بعض وزراء اوس سے منحرف ہوگئے اس موقع کو غنیمت جان کر کلنگ کے راجہ نے یورش کی۔ کم عمر راجہ نے اپنی کمزوری کا اظہار کرکے پدما کنشی دیبی سے امداد کی استدعا کی۔ اور اپنی فوج کو اوس کے مقابلہ میں لایا۔ ایک جنگ عظیم کے بعد بامداد دیبی مذکور ارکادیو راج کامیاب رہا اور کلنگ کا راجہ ہزیمت اٹھاکر واپس چلا گیا۔ ارکادیو راج بڑا شجیع و دلیر تھا۔ اس نے دیوگری پر حملہ کرکے وہاں کے راجہ کو اپنا مطیع و باجگذار بنایا تھا۔ تری بھوانیکہ مل اپنے زمانہ حکومت میں کلنگ کے راجہ سے جنگ کرکے اوس کے بیٹے کو ہنگام کارزار مار ڈالا اور ایک شہر گنگاپور نامی دریائے گوداوری کے کنارے بسایا تھا۔

ان راجاؤں کے تفصیلی حالات نہ مل سکے اسلئے جسقدر دستیاب ہوسکے قلمبند کردئے گئے ہیں۔

کاکتی پرول راج

کاکتی پرول راج اپنے باپ کے انتقال کے بعد سنہ ۹۱۱ شکی مطابق سنہ ۹[illegible] عیسوی میں تخت نشین ہوا۔ بہنگام تخت نشینی یہ نابالغ تھا۔ اسلئے اسکے منتری یعنی ارکان دولت نے اس کی تخت نشینی کے متعلق اختلاف رائے کی۔ اس موقع کو غنیمت جان کر بالاصدو نامی کلنگ کے گجپتی نے ہنمکنڈہ کا محاصرہ کیا اور بارہ ماہ تک اس کے جنرل دسوناتھ نے اس محاصرہ کو قایم رکھا بالآخر کاکتی پرول راج نے نہایت دلیری و جوانمردی سے اوس کو شکست دیکر محاصرہ اٹھایا۔ اس کی عہد حکومت میں مشہور ہے کہ ہنمکنڈہ سے چند لوگ غلہ وغیرہ لانے کے لئے بنڈیاں لیکر جانب مشرق روانہ ہوئے اور مال اسباب لیکر جب وہ واپس آرہے تھے تو ہنمکنڈہ سے تقریباً دو کوس کے فاصلہ پر ایک بنڈی کا پہیہ کسی پتھر سے اڑا اور وہ بنڈی گر پڑی۔ لوگوں نے اس کو اٹھانا چاہا تو کیا دیکھتے ہیں۔

کہ چھینیہ پر جو پٹہ لوہے کا لگا تھا وہ سب خالص سونا بنگیا ہے اور جس پتھر سے وہ ٹکرایا تھا در حقیقت وہ سنگ پارس کا بنا بنایا سیو کا لنگ ہے۔ پس اوسی وقت اوسکی اطلاع راجہ کو دیگئی۔ اور وہ اوسکے سنتے ہی فوراً برسر موقع آیا اور اس پتھر کو وہاں سے نکلوا کر ہنمکنڈہ لانا چاہا۔ باوجودیکہ اس لنگ کو وہاں سے نکالنے کی بہتیرے تدابیر عمل میں لائی گئیں مگر کوئی بھی کارگر نہوئی۔ وہ جہاں تھا وہیں رہا۔ اوس نے جنبش تک نہ کی۔ اس واقعہ سے راجہ بہت متردد ہوا اور چونکہ ایسے نایاب چیز کی حفاظت ضروری تھی۔ اسلئے اسکی پوجا کی غرض سے اوس پر ایک دیول جس کو شمبھو لنگم گڑی کہتے ہیں۔ اور جو ہنوز قلعہ کے اندر موجود ہے تیار کرایا۔ اور اسی کے اطراف ایک عالیشان قلعہ تعمیر کرنے کا حکم دیا جس کا مفصل حال قبل ازیں بیان ہو چکا ہے۔

کہتے ہیں کہ اس قلعہ کی تعمیر کے لئے سنگ تراش و معمار وغیرہ جو اپنے فن کے اوستاد مانے جاتے تھے جنوبی ممالک سے جہاں دراویدی زبان بولی جاتی تھی بلائے گئے تھے۔ اور یہ لوگ بوجہہ اس کے کہ ایک پتھر کی حفاظت کے لئے قلعہ تعمیر کیا گیا۔ اس کو قلعہ اوردوکل (اور وہ ایک کل یعنی پتھر) کہنے لگے مگر بعضوں کا قول ہے کہ یہ قلعہ چونکہ ایک گول پہاڑی کے اطراف جو ایک ہی پتھر کا ہے۔ تعمیر ہوا ہے۔ اسلئے اس کا نام اوردوکل مشہور ہوا۔ اور یہ بھی مشہور ہے کہ راجہ نے اپنے دارالحکومت ہنمکنڈہ کی حفاظت کے لئے یہاں کے پہاڑ پر قلعہ تعمیر کرانا چاہا۔ مگر پدماکشی دیوی نے اس کو ہدایت کی کہ ہنمکنڈہ چونکہ پدماکشی یعنی ایک استری (عورت) کا مقام کہلاتا ہے اسلئے اگر یہاں قلعہ تعمیر ہوگا تو مالک قلعہ کو کبھی فتوحات نصیب نہونگے۔ چنانچہ اس دیوی کی نصیحت کے بموجب اوس کے حدود کے باہر راجہ نے قلعہ تعمیر کراکر اسی کو اپنا مستقر قرار دیا۔ غرضکہ عہد سلطنت کاکتی پرول راج میں بجائے ہنمکنڈہ کے ورنگل دارالسلطنت قرار پایا اور اس راج کے اختتام تک وہی دارالخلافہ رہا۔

کاکتی پرول راج بڑا اولوالعزم۔ دلیر۔ منصف و رحمدل تھا۔ اس کے کئی باجگذار رئیس تھے۔ جن میں سے ایک تیلپا نامی کو خراج سالانہ نہ دینے کی وجہہ سے گرفتار کرکے قید کر دیا تھا۔ من بعد جب کہ اس نے عاجزی و انکساری کی تو راجہ نے ترس کھا کر اوس کو رہا کر دیا۔ مگر ڈاکٹر بھنڈارکر

نے اس واقعہ کو اپنی کتاب میں یوں لکھا ہے کہ تیلپا دوم جو نرمدی تیلا یا تر یلوکیا ملا بھی کہلاتا تھا مغربی چلوکیا خاندان کا جو تامل ملک پر حکمراں تھا۔ راجہ تھا۔ اس کے زمانہ میں خاندان چلوکیا کو بعض خانہ جنگیوں کی وجہہ سے زوال آگیا اور چند اس کے باجگذار سردار اس کی کمزوری کو دیکھ کر علانیہ منحرف اور باغی ہوگئے۔ اس موقع کو خود اس کا سپہ سالار جس کا نام وجالا تھا اور جو قوم کلاچوری سے تھا غنیمت جانا اور اپنے مالک کا تخت چھین کر خود مالک تخت و تاج بننے کا منصوبہ گانٹھا اور بعض طاقتور و خودمختار راجاؤں کی امداد حاصل کرنے کی سعی کی۔ چنانچہ اسمیں اس کو کامیابی ہوئی۔ سویجایار کا جو کولہا پور کا مہامنڈلیشور تھا و نیز کاکتی پرول راج نے اس سپہ سالار کو مدد دیکر تیلپا کو گرفتار کرکے قید کرلیا۔ مگر بعضوں نے لکھا ہے کہ کاکتی پرول راج رایان چلوکیا کا باجگذار تھا۔ تیلپا کو گرفتار کرکے قید کرنے کے بعد وہ خود بخود اس فعل سے سخت منفعل و شرمندہ ہوا اور اپنے آقا تیلپا کو بہ عزت و توقیر کمال محبت و اخلاص سے رہا کرکے اس کے دشمنوں کے ساتھ جنگ کی اور انہیں سخت ذلیل و خوار کیا۔ اور اپنے آقا کا بدلہ اون سے لیا۔ اس نے مارتراکوٹہ کے شہزادہ گنڈاما کے ہنگامہ کو فرو کیا۔ اور منتارا کے راجہ جگدیو کو جس نے ہنکنڈہ کی تسخیر کے لئے چڑھائی کی تھی بعد مقابلہ شکست دی اور وہ ہزیمت اٹھا کر فرار ہوگیا۔

علاقہ بمبئی کے کرناٹکی خاندان لنکا کا راجہ گونڈراج کی نسل سے راجہ اڈوا یا ایدیا جو تیر زنی کے فن میں مشہور تھا گرفتار ہوکر پابزنجیر پرول راج کے روبرو پیش ہوا۔ چونکہ راجہ خود فن سپہ گری میں استاد تھا اور جوانمردوں کی قدر کرتا تھا اسلئے اس نے اڈوا کو صرف رہا ہی نہیں کیا بلکہ اس کے معافی مانگنے پر اس کا ملک لنکا بھی اس کو بخش دیا۔

کاکتی پرول راج کے ہمعصر آٹھ راجہ تھے یعنی (۱) دوما۔ (۲) کرنا۔ (۳) میڈا ماریا۔ (۴) میلاگی دیو۔ (۵) گوکرنا۔ (۶) چدودیا۔ (۷) تیلپا۔ (۸) بھیمارابڈو داما۔ مگر پہلے سات راجہ بہ حیثیت زمینداروں کے تھے اور کوئی مشہور لوگوں میں سے نہ تھے۔

کاکتی پرول راج کی بی بی پیتامی جو پرتاب رودر اول کی ماں تھی۔ اس پرتاپ رودر

کی پیدایش کی ساعت منحوس تھی اسلیئے اس کی پرورش بجائے محلات کے شمبھو لنگم کے مندر میں ہوئی
اس کے نسبت مشہور ہے کہ اس کے ہاتھ سے اس کا باپ کاکتی پرول راج آدھی رات کو دھوکہ میں
پرشن ویدی (سنگ پارس) کے پاس مارا گیا۔ جب رودردیو کو اس کا علم ہوا تو اُسے اس کا بیحد رنج و
ملال ہوا مگر اس کے پدر مجروح نے جب کہ اس کو یقین ہوگیا کہ نادانستہ دھوکہ میں اس کے بیٹے سے
یہ حرکت ہوئی تو اوس کا قصور معاف کیا۔ اور بحالت نزع میں اس کو وصیت کی کہ اس قصور کے کفارہ
میں اس کو چاہیئے کہ اولاً مقدس مقامات کاسی (بنارس)، پریاگ (الہ آباد) وغیرہ کی زیارت
کرے اور اس کے بعد ہنمکنڈہ میں ایک خوشنما اور قابل یادگار ہزار کھمب کا دیول تعمیر کرائے۔ چنانچہ باپ
کی اسی وصیت کی تعمیل میں رودر پرتاب نے دیول ہزار کھمب تعمیر کرایا جس کا مفصل حال قبل ازیں بیان ہوچکا ہے

پرتاب رودر اول

پرول راج کے انتقال کے بعد شکہ ۹[illegible] کی مطابق سنہ [illegible]۵۶ عیسوی میں پرتاب رودر
اول تخت نشین ہوا۔ یہ بھی مثل اپنے باپ کے نہایت دلیر تھا۔ اس کی تخت نشینی کے زمانہ میں تیلپا
چودبجی کا راجہ مر گیا۔ اور اس کا بھائی بھیما اس سلطنت پر قابض ہوکر خود راجہ بنا۔ مگر اس پر اپنے
سگے بھائی کو کھانے میں زہر ملا کر کھلانے اور اوس کو مار ڈالنے کا الزام لگایا گیا۔ پرتاب رودر
نے اس کیفیت کو سُن کر اوس سے اس بیرحمی کا بدلہ لینا چاہا۔ اور ایک فوج کثیر کے ساتھ روانہ ہوا۔
بھیما کی مدد چودوصاہے کی جو افواج چودبجی کے سپہ سالاروں میں سے تھا بھیما نے بڑی ہی
دلیری کے ساتھ پرتاب رودر کا مقابلہ کیا۔ مگر پرتاب رودر غالب آیا۔ چودوصاہنگام کارزار مارا گیا
اور بھیما نے متعلقین کے ساتھ مشرقی گھاٹ کے جنگلوں میں بھاگ گیا۔ اور اس کے ملک پر
پرتاب رودر کا قبضہ ہوگیا۔ اس کے بعد اس نے راجہ کارنا کے ملک پر چڑھائی کی۔ اور ایک جنگ عظیم
کے بعد پرتاب رودر کو فتح نصیب ہوئی۔ اور شہر ساگر جو گویا از عجائبات تھا اس کو ملا۔ خاندان چولا چلو کیا
کا راجہ ویر اچولا یا ویر وڈا جو لاتھا اس کا سپہ سالار بیڈا ماریا جس کو گنہ بھوشنا بھی کہتے تھے بڑا دلیر و
جوانمرد تھا۔ پرتاب رودر نے اس کو بھی شکست دی۔ اس کی شکست سے اس خاندان پر تباہی لائی
اس کے بعد پرتاب رودر نے گنڈہ وداڈیانامی راجہ کنڈور پر چڑھائی کرکے اس کو اپنا باجگذار بنایا۔

دکنڈھور ضلع بلہاری میں ہنہ وپور سے نو میل پر واقع ہے) اور ملک کلنگ فتح کرکے اس کو اپنی حکومت میں شامل کرلیا۔ خاندان کیسری کا اخیر راجہ سورنا کیسری تھا۔ اس کو شکست فاش دے کر پرتاب رودر نے "گجپتی" کا لقب اختیار کیا چنانچہ اس کے بعد اس کے خاندان کے راجاؤں نے بھی تقریباً چالیس یا پچاس سال تک یعنی سنہ [illegible] شکی تک اسی لقب سے ملقب رہے۔ پس انہی فتوحات کی وجہ سے اس کے ملک کا رقبہ اس قدر بڑھ گیا تھا جیسا کہ ہنمکنڈہ کی دیول کے کتبہ میں بتلایا گیا ہے۔ پرتاب رودر اپنے مذہب کا بڑا پابند تھا۔ اس نے اپنے زمانہ میں بہت سے سیو کے مندر تعمیر کرائے۔ اور سیومت کو بڑی ترقی دی۔ جگناتھ یعنی پوری کی دیول میں بھی بہت سے اضافے کرائے۔

مہا دیوراج پرتاب رودر کا بھائی مہا دیوراج تھا۔ جس نے موقع پاکر پرتاب رودر کو مروا ڈالا اور خود تخت نشین ہوا۔ اور تین سال حکومت کرنے کے بعد سنہ [illegible]۵۲ شکی میں دیوگری (دولت آباد) پر حملہ آور ہوا اور وہیں جنگ میں مارا گیا۔

گنپتی دیوراج گنپتی دیوراج پرتاب رودر اول کا بیٹا تھا۔ چچا کے مرنے کے بعد تخت نشین ہو کر اپنے چچا کے خون کا بدلہ لینے کے لئے ایک فوج کثیر کے ساتھ دیوگری پر حملہ آور ہوا۔ ایک جنگ عظیم کے بعد دیوگری کے یدو خاندان کے لوگ حاضر آکر بہت سے نذر و تحایف کے ساتھ اپنے راجہ کی لڑکی مسماۃ رودراما دیوی کو جس کا پیدائشی نام ردرما تھا اوس کے عقد میں دے کر صلح کرلی۔ اس نے راجایان کلنگ و چولا و دیگر رئیسوں سے جنگ کرکے فتح حاصل کی تھی۔ اسی زمانہ میں ضلع نلور کے ایک چھوٹے سے رئیس منوما سدھی نامی کو اکتج اور بیتا نامی دو دعویداران سلطنت نے ملکر تخت سے اتار دیا اس رئیس کا درباری پنڈت تکنا[1] سومیا جی تھا جو خدمت وزارت کو بھی انجام دیتا تھا۔ اپنے راجہ کے معزول ہونے کے

[1] تکنا سومیا جی ایک مشہور شاعر اور پنڈت گذرا ہے جس نے والمیکی کے رامائن کو جو زبان سنسکرت میں تھی و نیز مہابھارت کے پندرہ باب کو ایک اعلیٰ درجہ کی شستہ تلنگی زبان میں پہلے پہل ترجمہ کیا جو تلنگی لٹریچر کی بے نظیر کتابیں ہیں۔ اس کا خاندانی نام کوٹر پوراز تھا۔ اور یہ برہمن کے فرقہ نیوگی سے تعلق رکھتا تھا۔ اس کے باپ کا نام کنا اور ماں کا نام انما تھا۔ بلنا و سدھنا اس کے چچا تھے۔ بھاسکر اس کا دادا تھا۔ اس کے خاندان کے لوگ ابتدا سے راجاؤں کے درباروں میں وزارت و شاعری یعنی پنڈت کی خدمت کو انجام دیتے تھے۔ تکنا کا باپ کنا گنتور کا کوتوال تھا اور بھاسکر بھی گنتور کا حاکم تھا۔ اپنی شاعری کی وجہ سے منتری بھاسکر کے نام سے مشہور تھا۔ اس خاندان کے لوگ اس وقت نلور کے قریب بٹھاری گری کرتے ہیں۔ اور کوٹھا کی اولاد کہلاتے ہیں۔

بعد گنپتی دیوراج کے پاس بہ طلب امداد چلا آیا۔ راجہ نے اس کی بڑی قدر کی اور حسب خواہش اوس کے ایک فوج کثیر سنوماسدھی کی امداد کے لئے روانہ کیا۔ اس امداد سے سنوماسدھی کو ان دعویداران کی سلطنت پر فتح حاصل ہوی۔ اور پھر وہ اپنے ملک پر حکمرانی کرنے لگا۔ اکثر کتبوں میں گنپتی دیوراج کے نام کے ساتھ پرناری سہودرا (برادر نسواں) کا لقب موجود ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بڑا نیک چلن پاک طینت اور خداترس شخص تھا۔ اس نے اپنے عہد میں کئے تالاب بنوائے۔ گاؤں بسائے اور کئے مندروں کو تعمیر کرا کر بڑی شہرت حاصل کی۔ جن میں سے چند ہنوز موجود ہیں۔ چنانچہ اس نے اپنے نام پر ایک قصبہ گنپور کلاں بسایا۔ اور ایک بہت بڑا تالاب تعمیر کرایا جو اب تک تعلقہ ملگ ضلع ورنگل میں موجود ہے۔ اور ایک یلگور نامی قصبہ آباد کیا اور وہاں بھی ایک بہت بڑا تالاب تعمیر کرایا اور اس کے بعد اس کو بطور انعام بلجواروں کو (جو قوم لنگایت کا ایک گروہ ہے) دیدیا۔ یہ قصبہ تعلقہ ورنگل میں موجود ہے۔ موضع گھن پور جہاں اب ریلوے اسٹیشن ہے اوسی کا بسایا ہوا ہے۔ ہنمنت گری ناتھ کا دیول جو ہنمکنڈہ کے پہاڑ پر ہے جہاں ایک پانی کا چشمہ بھی موجود ہے۔ ایک رشی کے ہدایت کے بموجب اسی کے عہد میں تعمیر ہوا ہے۔ اس کا رجحان شیومت کے طرف زیادہ تھا۔ اور جین مت سے اس کو سخت نفرت تھی۔ اس زمانہ میں اس کی ریاست میں بہت سے جینی[1] آباد تھے۔ چنانچہ ان کے وقت کے بنائے ہوے مورتیں اور کتبے ہنوز ہنمکنڈہ کے پہاڑ وغیرہ پر دکھائی دیتے ہیں۔ اور یہ فرقہ روز افزوں ترقی پذیر تھا۔ شیومت والے ان کی اس ترقی کو حسد کی نگاہ سے دیکھتے تھے جب کہ راجہ کا رجحان شیومت کے طرف زیادہ پایا گیا اور اوس نے ارادھیہ برہمن سے جنگم کو اپنا مرشد بنایا تو ان لوگوں نے جینوں کے مرواڈالنے کی فکر کی۔ اور راجہ کو ترغیب دیکر ان کے جینیس گاؤں مسمار و برباد کرا ڈالے۔ اور یہ بیچارے اقسام کے مصائب میں مبتلا ہوے۔ اکثر تو قتل کر دئے گئے اور

[1] جین شمالی ہند سے دکن میں آنے کی وجہ یہ ہوی۔ کہ زمانہ حکومت چندر گپتہ میں قحط سالی ہوی اور لوگ تباہ ہونے لگے تو بھدرا باہو نے قحط سالی سے بچنے کے لئے چند جین کو اپنے ہمراہ لے کر ملک کرناٹک میں داخل ہوا اور اوس تاریخ سے یہ لوگ اسی ملک میں بس گئے۔

باقی جلا وطن ہوئے۔ ان کے دیول منہدم و تودہ خاک کر دیئے گئے۔ کہتے ہیں کہ تلکنا سومیا جی پنڈت بھی اس خون ریزی کا ایک بڑی حد تک بانی تھا۔ اور بعض مورخین کا خیال ہے کہ اس راجہ کے و نیز اس کے نواسہ پرتاب رودر ثانی کے عہد میں جو متعصبانہ ظلم جینی مذہب والوں پر کئے گئے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جینی لوگ راجہ کے مخالف اور مسلمانوں کے ہمدرد ہو گئے۔ اور یہی ان کی حکومت کے زوال کا باعث ہوا۔ اس کے عہد میں چورنگ یا چورنگنا نامی شخص اس کے ملک پر یورش کر کے سنہ شکی میں اس کے ملک کا جنوبی حصہ فتح کر لیا۔ چنانچہ یہی وجہ ہوگی کہ اس تاریخ کے بعد کے کتبوں میں جو لفظ گنپتی کے ساتھ گجپتی لکھا جاتا تھا درج نہیں ہے۔

گنپتی دیوراج کے کوئی لڑکا نہ تھا صرف ایک لڑکی مسماۃ اومکا دیوی تھی۔ جس کو وہ محبت سے لڑکا کہا کرتا تھا۔ اس کی شادی ملہا دیو سے ہوئی جو ونجی کے راجہ کا لڑکا تھا۔ چنانچہ اس کے خاندان کی تفصیل اس طرح بتلائی گئی ہے۔ راجہ راجہ کے بیٹے راجیندر اچولا نے ونجی کا راجہ ہو کر پندرہ سال تک حکومت کی۔ اس کے بعد اس کا بیٹا وکرما چولا راجہ ہوا۔ اس کے بعد بیٹرازو اس کا قرابتدار تخت نشین ہوا۔ اس کی زوجہ کا نام لنگما تھا۔ بیٹرازو کے بعد اس کا بیٹا وجیالادیتا مالک تخت و تاج ہوا۔ اس کی زوجہ جیا مہا دیوی تھی۔ اس کا بیٹا ملپا چکرورتی تھا جس سے اومکا منسوب ہوئی۔ اور وہ گنپتی دیوراج کے پاس ہی رہتا تھا۔ شادی کے وقت غالباً ملپا دیو کی عمر اٹھارہ یا بائیس سال کی ہوگی۔ باپ کے انتقال کے بعد سنہ ۱۱۲۳ شکی میں وہ ونجی کے تخت پر بیٹھا اور کل دس سال دس ماہ حکومت کی۔ من بعد سنہ ۱۱۳۳ شکی میں اس کا انتقال ہو گیا اور ونجی کی سلطنت ورنگل کی سلطنت میں ضم ہو گئی۔ گنپتی دیو کے دو فرزند رودر دیو اور انم دیو تھے جن کا حال آئندہ لکھا جائیگا۔

رودرا دیوی

سنہ ۱۱۲۸ شکی مطابق سنہ ۱۲۰۶ عیسوی میں گنپت دیوراج کا انتقال ہو گیا تو اس کی جگہ اس کی زوجہ رودرا دیوی جو دیوگڈہ کے راجہ کی لڑکی تھی۔ تخت نشین ہو کر عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لی اور اکتالیس سال تک بڑی لیاقت۔ سنجیدگی و دبدبہ کے ساتھ حکمرانی کرتی رہی۔ اور اپنے صلح آمیز خیالات اور عدل و انصاف کے سبب ایسی ہردلعزیز بنگئی کہ پہلے کسی راجہ یا رانی کو

یہ بات کبھی نصیب نہیں ہوئی۔ رعایا کو یہ نہایت عزیز رکھتی تھی اور رعایا اس کو اوتار سمجھتی تھی۔ اس نے قلعہ ورنگل کی ایسی ترمیم کرائی۔ اور اوس کو اسقدر مستحکم کردی کہ کسی دشمن کے دسترس نہو سکے۔ اس کا وزیر ایک شیو برہمن مسمی سیداوپونامی تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس کے خاوند کے عہد میں بھی یہی شخص وزیر تھا۔ اسی زمانہ میں ایک وینس کا سیاح میاکروپولونامی اس ملک میں آیا تھا اور اس جگہ کی طرز حکومت و انتظام وغیرہ کے متعلق اوس نے جو حالات قلمبند کئے ہیں۔ اوس کا ترجمہ درج ذیل کیا جاتا ہے۔

"ملک بہار کے شمال میں ایک ہزار میل کے فاصلہ پر (بعض کتب میں پانچسو میل لکھا ہے) ٹیفل کی سلطنت ہے (ٹیفل کو اب سٹھواڑہ کہتے ہیں)۔ اس ملک پر سابق میں ایک راجہ حکمراں تھا۔ اوس کی وفات کے بعد جو تقریبًا چالیس سال ہوے۔ ایک مشہور زیرک اور عقلمند عورت بڑی شان و شوکت سے حکمرانی کررہی ہے۔ اس رانی کو اپنے شوہر کے ساتھ اسقدر الفت اور انسیت تھی کہ اوسکی وفات کے بعد اوس نے اور کسی سے شادی نہیں کی اور دوبارہ عقد کرنا محبت و مروت کے خلاف جانا۔ اس نے اپنی چالیس سالہ حکومت کے زمانہ کو اسقدر خوش اسلوبی اور عمدگی سے طے کیا کہ یہ بات اس کے شوہر کو نصیب نہوئی۔ اور طرز حکومت کے لحاظ سے یہ اپنے خاوند پر بھی سبقت لیگئی۔ اس ملک میں عمدہ قسم کے مہین کپڑے ململ مکڑی کے جالے کے تیار ہوتے ہیں۔ دنیا میں کوئی راجہ یا رانی نہوگی۔ جو ان کو پہن کر خوش نہوتی ہو"۔

اس نے اپنے عہد حکومت میں تعلقہ پرکال میں ایک گاؤں انبا دیبی کے نام سے بساکر اس کا نام انبالیہ رکھا تھا جو کثرت استعمال سے اب انبال کہلاتا ہے۔ اور اس میں ایک بڑا مندر بھی تعمیر کروایا تھا جو اب تک موجود ہے۔ یہ مقام ہنمکنڈہ سے تقریبًا اسّی میل کے فاصلہ پر ہے۔ اور ایک موضع قریہ کنڈہ جو تعلقہ ورنگل میں ہے اسی رانی کا بسایا ہوا ہے اور

یہاں بھی جو دیول پہاڑ پر ہے اس کو اسی رانی نے تعمیر کروایا تھا۔

رودردیوی اخیر زمانہ حکومت میں بہت سالخوردہ ہوگئی تھی اور مسلمانوں کی یورشوں کا زور شور تھا اور ایسے نازک وقت میں تخت پر ایک زبردست حکمران کی ضرورت تھی۔ چونکہ اس کا نواسہ پرتاپ رودر جس کو وہ اپنا قایم مقام کرنا چاہتی تھی۔ سن شعور کو پہونچ چکا تھا۔ لہذہ سنہ ۱۱۶۹ شکی مطابق سنہ ۱۲۴۷ء میں عنان حکومت اس کے ہاتھ میں دے کر آپ خانہ نشین ہوگئی۔ کہتے ہیں کہ جبوقت اسکا دیوی حاملہ تھی تو رودرا دیوی ہمیشہ کہا کرتی تھی کہ لڑکا یعنی وارث تاج وتخت پیدا ہوگا۔ اور جب پرتاپ رودرا پیدا ہوا تو اس کی بڑی خوشی منائی۔ اور پیدایش کے گیارھویں روز ہی پرتاپ رودر کے تخت نشینی کا جلسہ قرار دے کر بڑی خیر وخیرات کی۔ رودرا دیوی پرتاپ رودر دوم کے عہد حکومت میں رودر دیوی بھی داد ودہش کرتی رہی۔ اور تقریباً سو سال کی عمر کو پہونچ کر سنہ ۱۱۹۲ شکی میں انتقال کیا۔

پرتاپ رودر ثانی

پرتاپ رودر ثانی جیسا کہ قبل ازیں بیان کیا گیا ہے سنہ ۱۱۶۹ شکی مطابق سنہ ۱۲۴۷ء میں تخت نشین ہوا۔ یہ راجہ بڑا شجیع۔ جوانمرد وجملہ علوم وفنون سے ماہر تھا۔ اطراف کے بہت سے راجاؤں سے جنگ کرکے ان کا ملک چھین کر اپنی مملکت میں شامل کر لیا تھا۔ اس کے عہد میں بھی جین لوگ نہایت تباہ وبرباد کر دیے گئے۔ اس معاملہ میں اس نے اپنے نانا کی پوری تقلید کی۔ علم سنسکرت کی ترویج کا یہ بڑا موید ومعین تھا۔ اس نے ودیا ناتھ کوی سے علم ادب کی ایک مشہور کتاب پرتاپ رودریم سنسکرت زبان میں لکھائی۔ اور اوس کو اس کے صلہ میں مالا مال کر دیا۔ یہ خود علم سنسکرت کا بڑا ادیب تھا۔ پرتاپ ارتھ نامی سنسکرت کتاب کا یہی مصنف ہے۔ اس نے اپنی فوج میں ولما اور ریڈی فرقہ کے لوگوں کو اکثر بڑے بڑے خدمات پر مامور کرکے ان کے دلوں میں شجاعت ومردانگی پیدا کر دی۔ کتبوں سے پتہ چلتا ہے کہ اس نے بہت سے دیو کے مندر اور بڑے بڑے تالاب بنوائے۔ اور بہت سے مشہور مندروں کا درشن کیا۔ بمقام پاکھال اس کی ملاقات ایک رشی سے ہوئی۔ اور اس کے حسب ایما وہاں ایک قلعہ پرتاپ گڈھ تعمیر کرکے اوس جگہ پاکھال نامی شہر آباد کیا۔ اور ایک بہت وسیع تالاب تعمیر کرایا جو ممالک محروسہ سرکار عالی میں بے مثل ہے۔ اس کے علاوہ اوس نے موضع

پالیم پیٹھ تعلقہ ملک میں ایک عالیشان اور قابل دید مندر راسپا کا اور اوس کے پاس ایک بہت بڑا گنڈم یعنی چشمہ بنوایا جو ہنوز موجود ہے۔ اس مندر کی پوجا پاٹ کیلئے چالیس گاؤں عطا کئے گئے تھے۔

اسی راجہ کے عہد حکومت میں مسلمانوں کی یورشیں دکن پر شروع ہوئیں۔ سب سے پہلے دیوگڈہ کے راجہ پر جس کو مسلمان تمام دکن کا راجہ سمجھتے تھے۔ سلطان جلال الدین کے بھتیجے علاؤ الدین نے فوج کثیر کے ساتھ حملہ کیا اور بہت سا زر و جواہر لیکر دہلی واپس ہوا۔ اس کے بعد جب خود مالک تاج و تخت دہلی بنا اور تین سال کا نذرانہ راجہ کے جانب سے اوس کو وصول نہوا تو ایک فوج جرار کے ساتھ اپنے نہایت وفادار غلام ملک کافور کو روانہ کیا مگر رام دیو راجہ دیوگڈہ نے بر وقت خراج ادا کرنے کا وعدہ کرکے صلح کرلی۔ ان دنوں سلطان سلطنت ورنگل سے بھی غافل نہ تھے۔ سنہ ۷۰۳ہجری مطابق سنہ ۱۳۰۳عیسوی کے وسط میں علاؤ الدین خلجی نے بنگالہ کے طرف سے کچھ فوج ورنگل پر بھیجی تھی۔ مگر یہ فوج ابھی اپنا پورا کام کرنے نہ پائی تھی کہ اس کو دہلی واپس بلوالیا گیا۔ کیونکہ خود دہلی پر مغل حملہ آور ہوے تھے۔ اور وہاں سے ان کو دفع کرنے کے لئے اس فوج کی ضرورت تھی۔ مگر جب یہ ہنگامہ فرو ہوگیا تو علاؤ الدین نے سنہ ۱۳۰۹عیسوی میں ملک کافور کو دوبارہ بہت سی سپاہ کے ساتھ دیوگڈہ کی راہ سے ورنگل روانہ کیا اور اس کو سمجھا دیا کہ اگر ورنگل کا راجہ روپیہ اور ہاتھی دے اور سالانہ خراج دینے کا وعدہ کرے تو صلح کرلینا اور قلعہ ورنگل و ملک تلنگانہ کی فتح کی فکر نہ کرنا۔ الغرض ملک کافور جب دیوگڈہ آیا تو رام دیو نے استقبال کیا اور لشکر میں اپنا بازار بھجوایا اور تاکید کردی کہ اجناس نرخ شاہی کے موافق فروخت ہوں۔ غرضکہ تمام رسد کا سامان مہیا کردیا گیا۔ ملک کافور دیوگڈہ سے شمالی تلنگانہ میں اندور تک آیا اور سارباس کے قلعہ کو جو ورنگل کے راجہ کا تھا تسخیر کرلیا اور اسقدر آدمیوں کو قید و قتل کیا کہ ایک ہنگامہ عظیم برپا ہوا اور مارے خوف کے تمام اطراف کے راجے پرتاب رودر کے پاس قلعہ ورنگل میں جا پہنچے۔ پرتاب رودر اندرونی سنگین قلعہ میں اور باقی راجے بیرونی گلی قلعہ میں متحصن ہوے۔ ملک کافور پہلے ہنمکنڈہ پر قبضہ کرلیا جہاں سے ورنگل کا شہر اور باغات نظر آتے تھے۔ پھر درختوں کو کاٹ کر مورچے بنوائے۔ اور طرفین میں خوب زور آزمائیاں ہوئیں، بالآخر

چند روز میں جب بیرونی قلعہ فتح ہوگیا اور بڑی خونریزی ہوئی اور بہت سے راجے مع زن و فرزند اسیر ہوئے تو پرتاب رودر نے عاجز آکر تین ہزار ہاتھی اور سات ہزار گھوڑے بہت سا مال و اسباب دیا۔ اور خراجگذاری کے وعدہ پر صلح کرلی۔ اس کے بعد ملک کافور واپس ہوگیا اور دہلی پہونچ کر مال غنیمت بادشاہ کے حضور میں پیش کیا۔ دوسرے سال یعنی سنہ ۱۳۱۰ عیسوی میں ملک کافور نے پھر دکن میں آکر ملک کرناٹک راجہ بلال دیو سے چھین لیا۔ اور راجہ کو قتل کرکے اوس کے خاندان کو تباہ و تاراج کردیا اور یہاں سے بھی بہت سا مال غنیمت لیکر واپس گیا۔ سنہ ۱۳۱۲ عیسوی میں دیوگری کے یدؤں نے پھر فساد مچایا۔ رام دیو کا بیٹا شنکر دیو یہاں راج کرتا تھا۔ اس کے مطیع کرنے کیلئے ملک کافور پھر بھیجا گیا۔ لڑائی میں راجہ مارا گیا۔ اور مسلمانوں کو فتح ہوئی۔ چار سال بعد سلطان علاؤالدین خلجی نے انتقال کیا۔ اور ملک کافور دہلی میں قتل ہوا۔ سنہ ۱۳۱۶ عیسوی میں سلطان قطب الدین مبارک خلجی دہلی کا بادشاہ ہوا۔ انہی دنوں رام دیو کے داماد ہرپال دیو نے دکن کے راجاؤں کے ساتھ اتفاق کرکے ملک پر قبضہ کرنا چاہا۔ اور بادشاہی آدمیوں کو مارے دکن سے مار کر نکالدیا۔ اور قلعہ دیوگڈھ کا محاصرہ کر رکھا تھا اس لئے بادشاہ بذات خود فوج کثیر کے ساتھ دکن میں آیا۔ اور جنگ عظیم کے بعد ہرپال دیو گرفتار کرکے جیتے جی اس کی کھال کھنچوائی۔ اور یہاں کی فرمانروائی ملک یک لکھی کے سپرد کرکے ورنگل کا رخ کیا مگر چونکہ راجہ نے اظہار اطاعت کیا اسلئے وہ دہلی واپس ہوگیا۔

خاندان خلجی کے قلع و قمع کے بعد سنہ ۱۳۲۰ عیسوی میں جب غیاث الدین تغلق دہلی کا بادشاہ ہوا تو ملک برہان الدین پدر قتلغخاں کو دیوگڈھ کی حکومت عطا کی لیکن جب رودر پرتاب نے خراج بھیجنے سے انحراف کیا اور دیوگڈھ میں بھی بدنظمی اور ابتری کی خبر ملی تب اس نے اپنے بیٹے اور ولیعہد جونا خاں (بقول بعضے الغخاں) کو لشکر جرار کے ساتھ دکن پر سنہ ۱۳۲۱ عیسوی میں روانہ کیا۔ ولیعہد نے کو ملکوں کو غارت اور فتح کرتا ہوا ورنگل آیا اور قلعہ کا سخت محاصرہ کیا۔ پرتاب رودر نے بڑی مردانگی کے ساتھ اوس کا مقابلہ کیا اور ایسا معرکہ آرا ہوا کہ پہلی نامردی کا دھبہ اوس سے مٹ گیا۔ مگر جب لڑائی سے تھک گیا تو خراج ادا کرنے کے وعدہ سے صلح کا خواستگار ہوا۔ لیکن جونا خاں نے قبول نہ کیا اور لڑائی بدستور جاری رہی۔ مگر موسم بارش شروع ہوچکا تھا۔ اور مسلمانوں کے لشکر میں ہیضہ پھیل کر بازار موت گرم ہوگیا تھا۔

بارش کیوجہ سے دہلی کی ڈاک ایک ماہ تک بند رہی اس سبب سے شیخ زادہ دمشقی اور عبید شاعر نے جو جوناخان
کے مصاحب تھے ایک جھوٹی بات مشہور کردی کہ سلطان مر گیا۔ اور دوسرا بادشاہ دہلی میں تخت نشیں ہو گیا
اور ملک تیمور و ملک تگل افغان و ملک کافور مہردار و ملک تگین امرائے علائی سے جو شہزادہ کے ساتھ تھے
انسے بیان کیا کہ شہزادہ تم کو شریک سلطنت سمجھکر قتل کرنا چاہتا ہے۔ یہ سن کر وہ لوگ شہزادہ کو چھوڑ کر بھاگ گئے
اور سپاہ کے نظم ونسق میں فتور واقع ہوا۔ اسلئے محصورین نے سخت حملہ کرکے مجاہدین کو بھگا دیا اور ان کا
تعاقب کرکے انہیں سخت نقصان پہونچایا۔ شہزادہ ہزیمت اٹھاکر جب دیوگڑھ آیا تو بادشاہ کی خیریت کی خبر
اس کو ملی۔ باقی سرداروں کا لشکر بھی یہ خبر سن کر شہزادہ سے آملا۔ ملک تیمور کو ہندوان تلنگ نے
اور ملک تگین کو مرہٹوں نے گرفتار کرکے مار ڈالا اور باقی امیر بھی جنہوں نے رفاقت ترک کی تھی مقید ہو کر
دہلی بھیجے گئے اور بری طرح سے قتل کئے گئے۔ جوناخاں اس لشکر عظیم میں سے صرف دو تین ہزار آدمی لیکر دہلی
پہونچا اور چار مہینے کے بعد بار ثانی ایک لشکر جرار کے ساتھ دیوگڑھ کی راہ سے ورنگل پر چڑھ آیا اور راستہ میں
بیدر کو جو سلطنت ورنگل میں شامل تھا اور سرحدی مقام تھا فتح کرکے اور اور قلعے بھی جو راجہ ورنگل کے تھے
فتح اور مسخر کرتا ہوا ورنگل پہونچا اور نہایت دلیری و شجاعت سے قلعہ توڑ کر پرتاب رودر کو معہ زن و فرزند
قید کر لیا اور بہت سے ہندو مارے گئے۔ بالآخر پرتاب رودر کو ملک بیدار قدر خاں اور خواجہ حاجی نائب
عرض بیگی کے ساتھ اپنے باپ کے پاس دہلی بھجوا دیا اور ورنگل میں اپنا صوبہ دار مقرر کرکے اس کا نام
سلطان پور رکھا۔ بعد ازاں جاجنگر جاکر وہاں کے راجہ سے چالیس ہاتھی لیکر ان کو بادشاہ کے پاس
روانہ کیا اور پھر ورنگل ہوتا ہوا بکمال کامرانی دہلی چلا گیا۔ سلطان غیاث الدین تغلق نے پرتاب رودر کا قصور
معاف کرکے اس کی آزادی کا حکم دیا۔ اور اس کا ملک اسی کے حوالہ کیا۔ مگر قصہ مشہور ہے کہ پرتاب رودر
کا فرزند ویرگنہ عرف بھائی غیر معمولی چالاکی سے اوس کو دہلی سے بھگا لایا جو تاریخی طور پر لائق اعتبار و واقع
نہیں ہے۔ واپسی کے وقت پرتاب رودر ۷۲۵ھ مطابق ۱۳۲۵ عیسوی میں قصبہ کالیسر
ضلع کریم نگر میں جو دریائے گوداوری پر واقع ہے فوت ہو گیا اور اس کے ساتھ ہی اس خاندان کی
مشہور عظمت و شوکت کا بھی خاتمہ ہو گیا۔ اگرچہ اس کے بعد دو ایک راجاؤں نے برائے نام حکومت

کی مگر اُن کو ایسی کچھ نام آوری نصیب نہیں ہوی۔

رودر پرتاب کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا کرشنا راج تخت نشین ہوا۔ اور ۱۳۲۵ عیسوی میں جب غیاث الدین تغلق کا انتقال ہوا تو اوس کا بیٹا سلطان محمد تغلق (الغ خاں) تخت ہندوستان پر جلوس آرا ہوا۔ اس نے اپنے عہد میں کُل ملک دکن کو مسخر کیا اور کُل راجاؤں کو اپنا باجگذار بنایا۔ یہ بادشاہ بڑا ظالم اور بے رحم تھا۔ ادنی ادنی باتوں پر امرا کو قتل کرا دیتا تھا۔ اور لوگ اس کے طرف سے ہر دم اپنے جان و مال کو خطرہ میں سمجھتے تھے۔ قتلغ خاں اپنے باپ کی جگہہ دکن کا حاکم تھا۔ اور امیران صدہ جو سو سوار کے افسر کہلاتے تھے اور جا بجا ملک کے انتظام کے لئے مامور و متعین تھے اس کو بہت عزیز رکھتے تھے۔ بادشاہ نے جب اس کا تغیر کر دیا اور عالم الملک کا تقرر کیا تو امیران صدہ کو اس کا کمال رنج ہوا اور وہ بادشاہ سے باغی بن گئے۔ جس کی وجہ سے بادشاہ نے بہت سے امیران صدہ کو قتل کرا ڈالا اور بہت سے مارے خوف کے بھاگ کر آوارہ اطراف و جوانب ہو گئے۔ اور جو مشہور تھے ان کی طلبی میں بادشاہ کا حکمنامہ آیا تو ان لوگوں نے بخوف جان بادشاہ کے پاس جانے سے انکار کیا اور علم بغاوت بلند کر کے دولت آباد پر تاخت کی اور عالم الملک حاکم دکن کو گرفتار کر کے ملک پر قبضہ کر لیا اور سارے ملک مرہٹہ کو اقطاع پر تقسیم کر کے ہر ایک قطعہ کے ساتھ ایک امیر صدہ نامزد ہوا۔ جو جو امیر بادشاہ سے برگشتہ خاطر تھے ان سب کا دولت آباد گویا مرجع و مرکز بن گیا۔ رعایا بھی انہی کی ساتھی ہو گئی۔ اسمٰعیل فتح کو جو امیران صدہ میں بزرگ تر تھا اپنا بادشاہ بنا کر ناصر الدین شاہ کا خطاب دیا۔ اس کارروائی کی خبر پا کر سلطان محمد تغلق فوراً بھروچ سے دولت آباد پہونچا اور سخت معرکہ جدال و قتال گرم ہوا۔ بالآخر امیران صدہ کو شکست ہوی تو انہوں نے آپس میں یہ صلاح ٹھیرا لی کہ اسمٰعیل فتح قلعہ دیوگڈھ میں چلا جاے اور اتنے آدمی ساتھ لیجاے جو اس کی حفاظت کے لئے کافی ہوں اور باقی امیرا اپنے اپنے اقطاع متعینہ پر چلے جائیں۔ اور ایک دوسرے کی مدد کرنے میں قصور نہ کریں۔ بادشاہ نے عماد الملک وزیر کو حسن کانگوے کی تنبیہ کے لئے روانہ کیا۔ جس کو امیران صدہ نے خطاب ظفر خانی دیا تھا اور خود دولت آباد فتح کرنے گیا۔ بادشاہ کو تو ایک ضرورت کے سبب سے دولت آباد سے مراجعت کرنی پڑی

جاتا۔ سپہ تو اس کے دفعیہ کی تیاری کی۔ اسلئے سلطان قلی نے ازراہ دوراندیشی اس پر پہلے ہی حملہ کردیا
اس نے بہت سے ہندوراجان تلنگ کو اپنی مدد کے لئے بلایا اور انہوں نے مدد بھی دی بالآخر شتاب خاں
کو دیولکنڈہ - کھم - راجمندری وغیرہ مقامات میں شکست فاش ہوی اور وہ ویجانگر کے طرف بھاگ گیا۔
اور ملک پر قطب شاہی حکومت پھیل گئی۔ غرضکہ سنہ ۱۰۹۸ھ تک قلعہ ورنگل قطب شاہیوں کے
ماتحت رہا۔ اس کے بعد عالمگیر بادشاہ دہلی نے اس خاندان کے اخیر بادشاہ تاناشاہ کو قید کرکے اس
ملک کو سلطنت دہلی میں شامل کرلیا اور سنہ ۱۰۹۹ھ میں رستم خاں کو یہاں کا صوبہ دار مقرر کیا۔ سنہ ۱۱۱۸ھ
میں جب عالمگیر نے وفات پائی تو بہادر شاہ اس کا بیٹا تخت نشین ہوا۔ اور جب وہ بھی سنہ ۱۱۲۴ھ میں
مرگیا تو جہاندار شاہ بادشاہ ہوا مگر ایک سال کے اندر ہی اوس کے بھتیجے فرخ سیر نے اوسے قتل کرکے خود
تخت نشین ہوا۔ لیکن اس کو بھی سیدوں نے جو سلطنت پر حاوی ہوگئے تھے سنہ ۱۱۳۱ھ میں قتل کرڈالا۔
تب رفیع الدولہ اور رفیع الدرجات کی چار چار ماہ سلطنت کے بعد محمد شاہ ہندوستان کا بادشاہ ہوا۔ اسی
کی عہد سلطنت میں نواب آصفجاہ بہادر نے جو تورانی امراء دہلی سے تھے۔ صوبہ داری دکن حاصل کی۔
اور بالاستقلال یہاں کی حکومت انہوں نے اپنے خاندان میں قایم کردی۔ ان کی وفات سنہ ۱۱۶۱ھ
میں ہوی۔ ان کے بعد ان کے فرزند نواب میر احمد خاں ناصر جنگ مسند نشین ہوے۔ مگر ان کو سنہ ۱۱۶۴ھ
میں باغیوں نے بمقام پھولچری بضرب بندوق شہید کرڈالا۔ اور ان کے ہمشیرزادہ نواب مظفر جنگ کو
مسند نشین کیا۔ صرف ایک ماہ نواب مظفر جنگ نے حکومت کی تھی۔ انہی باغیوں نے ان کو بھی قتل کرڈالا
اور نواب صلابت جنگ فرزند سوم نواب آصفجاہ بہادر مسند نشین ہوے۔ ان کو نواب میر نظام علیخاں بہادر
آصفجاہ ثانی نے بچند وجوہ معزول کرکے سنہ ۱۱۷۵ھ میں خود مسند حکومت کو رونق بخشی۔ نواب میر نظام علیخاں نے
سنہ ۱۲۱۸ھ میں وفات پائی۔ ان کے بعد ان کے فرزند نواب سکندرجاہ بہادر مسند نشین ہوے۔
اور ان کی ارتحال کے بعد سنہ ۱۲۴۴ھ میں نواب ناصر الدولہ بہادر مسند نشین ہوے۔ انہوں نے
رمضان سنہ ۱۲۷۳ھ میں وفات پائی۔ اون کے بعد ان کے فرزند نواب افضل الدولہ بہادر جلوس آرا
ہوے [illegible] عہد سلطنت میں غدر ہند ہوا تھا۔ ان کی وفات ذیقعدہ سنہ ۱۲۸۵ھ میں ہوی

تب ہمارے آقا و ولی نعمی اعلیحضرت نواب میر محبوب علیخاں بہادر آصفجاہ سادس خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ تخت نشین ہوے جن کے سایۂ عاطفت میں اسوقت قلعہ ورنگل ہمارے پیش نظر ہے ۔ اور اس عہد مبارک میں صوبہ داری ورنگل پہ جناب راے مرلیدھر بہادر مامور و کارگذار ہیں جن کے اوصاف حمیدہ کا ہر کوئی مداح و ثناخواں ہے ۔

شبیہ مبارک حضور پرنور اعلیحضرت نظام دکن خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ

باب سوم

ورنگل کے بزرگانِ دین کے حالات

شہر ورنگل چونکہ مدت تک جولانگاہِ اہل اسلام رہا ہے اسلئے عجب نہیں کہ بڑے بڑے عالم و فاضل و بزرگانِ دین ان معرکوں میں شہید ہوئے ہوں یا رحلت فرمائے ہوں مگر اب اس کا پتہ بھی نہیں چلتا ہے کہ یہ بزرگوار کہاں دفن ہوئے۔ اسلئے جن بزرگواروں کے حالات دریافت سے معلوم ہوسکے وہ تیمناً و تبرکاً درج ذیل کردئے جاتے ہیں۔

تذکرۂ حضرت شاہ جلال الدین جمال البحر معشوق ربانی ثانی قدس سرہٗ

حضرت سید شاہ جلال الدین جمال البحر معشوق ربانی ثانی ابن حضرت سید شاہ حسن عبد القادر ثانی ابن حضرت سید احمد ابن حضرت سید محمد ابن حضرت سید حیدر جلال قادری عرف جلال الدین ابن حضرت سید شہاب الدین شاہ محمد اصغر احمد ابن سید عماد الدین ابی صالح نصر ابن تاج الدین عبد الرزاق ابن حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہم۔

روایت ہے کہ حضرت کے والد بزرگوار کو اخفائے حال نہایت منظور تھا۔ جس صاحبزدہ یا صاحبزادی سے خوارق عادات ظہور میں آتے تو آپ فرماتے کہ بابا آرام کرد۔ فی الفور روح پُرفتوح ان کی قالب عنصری سے پرواز کرجاتی۔ اور زمین شق ہوکر اسی وقت وہ سما جاتے۔ اکثر فرزند و صاحبزادیاں حضرت موصوف اسی حال سے راہی خلد بریں ہوئے۔ مگر جب حضرت تولد

ہو تو کوئی کرامت بارہ سال تک آپ سے ظہور میں نہ آئی - بنابرآں والد بزرگوار نے آپ کو بیعت و خلافت سے مشرف فرماکر خرقہ مبارک اپنا سرفراز فرمایا -

ایک دن آپ اپنے مکان کی بیرونی دہلیز میں استادہ تھے اسوقت قاز باہر جانے کے لئے دروازے کے قریب آئے تو تقاضائے کمسنی کے لحاظ سے آپ سدراہ ہوئے - قاز ڈرانے کے لئے اپنے منہ کھولکر حضرت کے جانب بڑھے - آپ گھبراکر اُن کو نظر قہر سے دیکھا - اس کے ساتھ ہی قاز گُل کے گُل پھڑپھڑاکر مرگئے - ایک خادمہ اسوقت باہر سے آرہی تھی - اس حال کو دیکھکر حیران ہوئی - اور دل میں خیال کی کہ اس صاحبزادہ سے بھی کرامت وقوع پذیر ہونے لگی - مبادا بڑی صاحب سُن پائیں اور صاحبزادہ کی خبر ہوگی - انہیں بھی آرام فرمانے کا حکم دینگے اسلئے گھبرائی ہوئی آپ کی والدہ ماجدہ کے پاس گئی اور حقیقت حال عرض کی - والدہ نے کنیز سے تاکیداً فرمایا کہ خبردار حضرت کے والد سے نہ کہنا اور خود یہ سوچنے لگیں کہ کسی طرح صاحبزادہ کو کہیں روانہ کردینا چاہئے تاکہ وہ والد سے دور رہے - المختصر ایک روز حضرت کو بشاش پاکر صاحبزادہ کے زہد کی کیفیتیں شوہر کے روبرو ظاہر کرکے سفارش فرمائیں کہ صاحبزادہ کو زیارت حرمین شریفین کے لئے روانہ کردیا جائے تاکہ بعد زیارت وہ اکتساب علوم نحوی و علوم متعارفہ جس کا بیحد شوق دامنگیر ہے ملک عرب میں کریں - حضرت نے بدل وجان اجازت سفر عرب مرحمت فرمایا - اور آپ عازم زیارت حرمین شریفین ہوئے - پہلے کعبۃ اللہ شریف پہونچ کر حج سے فارغ ہو کر مدینہ طیبہ کو روانہ ہوئے - اس سفر میں آپ کے ساتھ بہت سے خادم و فقرا بھی تھے جب آپ مدینہ طیبہ پہونچے تو حضرت رسول کریم کی زیارت سے مشرف ہوئے - کئی روز تک مبارک جالی میں مراقب رہے - ایک وقت کہا جاتا ہے کہ خدمتی خواجہ سرا کچھ جھنجلائے - اور کہا کہ آپ کی سیادت اور نبی کریم کی اولاد ہونے کی آپ کیا سند رکھتے ہو جو ہر روز جالی مبارک کے قریب مراقب رہتے ہیں - ضرور ہے کہ اُدباً آپ کو یہاں سے ہٹنا پڑیگا - اِل کچھ سیادت کی نشانی یا کوئی خرق عادات آپ سے ظاہر ہوں تو ہم بھی سمجھیں کہ آپ اس جالی کے مستحق ہیں - پس آپ نے فرمایا کہ خوارق عادات و کرامات حضرت سرور کائنات

کو ناپسند ہوتے ہیں۔ ہاں اگر تم چاہتے ہو تو میں یہ عرض کرونگا کہ یا حضرت جدّی روضۂ مبارک کا قفل کھل جائے اگر قفل نیچے گر جائے اور خود بخود دروازہ روضۂ نبوی کا کھل جائے تو کیا میں یہاں رہنے کا مستحق سمجھا جاؤنگا۔ خواجہ سراؤں نے کہا کہ ہاں قفل کو ہاتھ لگائے اگر کھل گیا تو آپ یہاں رہ سکتے ہیں اس بات کو سنکر آپ نے قفل کو ہاتھ تک نہ لگایا فقط نظر سے اشارہ فرمایا۔ اشارہ کے ساتھ ہی قفل گر پڑا اور دروازہ کھل گیا۔ اس کو دیکھ کر کل خدمتیان بارگاہ نبوی حضرت کے معتقد ہوگئے۔ پس آپ کئی سال تک روضۂ نبوی میں اعتکاف فرمایا۔ ایک روز حالت وجد میں آپ نے یا جدی یا جدی یا جدی پکارا تو فوراً روضۂ انور جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یا ولدی کی آواز آئی۔ اور معشوق ربانی ثانی کے خطاب سے سرفرازی ہوئی۔ اور ارشاد ہوا کہ ملک دکن میں جاکر دین اسلام کی اشاعت کریں۔ پس حسب الامر روضۂ نبوی کے بقول صاحب انوار الاخیار آپ عہد سلطنت قطب شاہیہ میں بغداد شریف سے وارد دکن ہوئے۔ آپ کے ہمراہ بہت سے فقیر او [illegible] تھے۔ جن پر فقرا کا لباس و معمولی خورد و نوش کا سامان ساتھ رہتا تھا۔ اور موضع ہنمکنڈہ میں سکونت اختیار فرمائے۔ یہاں پر اوس زمانہ میں ایک مشرک صاحب سدھ راج پہاڑ پر رہتا اور بت پرستی میں سرگرم تھا۔ اکثر لوگ اس کے بڑے معتقد تھے۔ آپ بھی اسی پہاڑ پر مشغول حق ہوئے۔ پہاڑ پر آپ کا رہنا اوس مشرک کو ناگوار گذرا۔ ایک بڑا سا پتھر اوس نے آپ پر گرایا مگر وہ پتھر آپ کی انگلی کے اشارہ ہوتے ہی قریب آکر رک گیا جو اب تک اسی حالت میں موجود ہے۔ اور یہ قصہ یہاں مشہور و معروف ہے۔ جب مشرک مذکور تاب مقابلہ نہ لایا تو یہاں سے فرار ہوگیا۔ آپ بھی ہنمکنڈہ سے موضع بوڈادام میں جو ورنگل کے قریب ہے تشریف فرما ہوئے۔ اور ایک پہاڑ پر جو پیش نظر تھا۔ رو بہ قبلہ ایک پیر پر ہاتھ باندھے ہوئے آنکھ بند کر کے مدت دراز تک مشاہدہ انوار الٰہی میں مستغرق کھڑے ہوگئے۔ چونکہ بھوک پیاس کی حاجت نہ ہوتی اور کسی کا مقدور نہ تھا کہ مشاہدہ و مراقبہ سے بیدار کرسکے۔ چنانچہ حضرت کو اپنی حالت میں چھوڑ کر ہمراہی اپنے کاروبار میں مصروف ہوگئے۔ پس آپ یہاں سے اوٹھکر قصبہ [illegible] میں جہاں آپ کا مزار پر انوار ہے تشریف لائے۔ ہنگام تشریف آوری جب بستی کی فصیل قلعہ کے قریب پہنچے تو اقدام مبارک

سے نعلین مبارک اتار لی اور سر انگشت پر چلنے لگے۔ مگر کسی کی مجال نہ تھی کہ حضرت سے پیادہ پاروی کی کیفیت دریافت کرسکے۔ بالآخر شاہ کمال جو حضرت کے خلیفہ تھے معذرت چاہی اور دریافت کیا۔ کہ حضرت کے پیادہ پاروی و برہنہ پائی کی کیا وجہ ہے۔ اور اس میں کیا اسرار ہے تو حضرت نے شاہ کمال کو نزدیک بلایا اور اُن کے آنکھوں پر ہاتھ رکھا۔ شاہ کمال کیا دیکھتے ہیں کہ جا بجا سومدام و پہاڑ تا قلعہ ہزاروں شہدائے نامدار کی مزاریں جن میں شہدائے آسودہ ہیں۔ واقع ہیں۔ اور کل شہداء حضرت کی ملاقات کے لئے جوق جوق آرہے ہیں اور ارواح اولیاء اللہ حضرت کے آس پاس بکثرت جمع ہیں۔ پھر جب آپ نے آنکھوں پر سے دست مبارک اٹھالیا تو شاہ کمال صاحب نے سارا چشم دید واقعہ فقراء و دیگر معتقدین وقت سے ظاہر فرمایا اور خود حضرت نے بھی ارشاد فرمایا کہ میں شہداء اور اولیاء اللہ کی مزاروں کے ادب کے لحاظ کرتے انگوٹھوں پر چلا۔

آپ کے دو فرزند اور ایک دختر ایام طفلی ہی میں بوجہ ظہور کرامات حضرت کے عبا لا رغبا راہی خلد بریں ہوئے۔ ان تینوں کے مزارات ایک قطار میں حضرت کے روضہ کے باہر ایک چبوترہ پر پائین میں موجود ہیں۔ ان تینوں کے رحلت فرمانے کے بعد حضرت سید شاہ معین الدین حسنؒ متولد ہوئے جو صاحب سجادہ والد بزرگوار ہوئے۔ حضرت کا وصال ۲۲ رجب المرجب ۹۹۹ھ ہجری میں ہوا۔ گنبد مبارک آپ کا موضع عرس سرکار ورنگل میں ہے۔

تذکرہ حضرت سید شاہ معین الدین حسن قدس سرہٗ

آپ فرزند حضرت سید شاہ جلال الدین جمال البحر مشوق ربانی ثانی قدس سرہ کے ہیں۔ شرف ارادت و خلافت پدر بزرگوار سے رکھتے تھے۔ اپنے والد کی رحلت کے بعد سجادگی پر مسلط ہوکر ایک عالم کو فیضیاب کیا۔ بڑے عالم و فاضل اور حافظ قرآن مجید تھے۔ آپ کی رحلت کے بعد اکثر نے قبر مبارک سے آپ کے تلاوت قرآن شریف کی آواز سنی ہے۔ اور خادم درگاہ نے بوقت ظہر

دیکھا ہے کہ آپ گنبد سے نکل کر مسجد میں رونق افروز ہوئے اور نماز پڑھکر پھر گنبد شریف میں تشریف لے گئے۔ غرضکہ آپ بھی صاحب کشف وکرامات ہیں۔ وفات آپ کی سلخ محرم الحرام میں ہوئی۔ گنبد مبارک آپ کا گنبد پدر بزرگوار کے قریب جانب شرق واقع ہے۔

تذکرہ حضرت سید شاہ عبدالنبی قادری قدس سرہ

آپ چھوٹے فرزند حضرت سید شاہ معین الدین حسینؒ کے تھے۔ شرف ارادت وخلافت پدر بزرگوار سے رکھتے تھے۔ صاحب تقویٰ وطہارت تھے۔ کہتے ہیں کہ ایک عالم آپ سے فیضیاب ہوا۔ وفات آپ کی ۲۶ رمضان المبارک کو ہوئی۔ مزار پر انوار آپ کا موضع عرس میں پائیں گنبد والد بزرگوار ہے۔ آپکے بڑے بھائی شاہ اولیا سلطان الفقرا صاحب کشف وکرامات تھے۔ جنکا وصال مدینہ منورہ میں ۱۲ ربیع الاول ۱۱۵۵ھ میں ہوا۔ آپکو جس تختہ پر غسل میت دیا گیا تھا وہ مدینہ طیبہ سے لاکر حضرت بی بی صاحبہ کی گنبد میں بغرض زیارت رکھا ہوا ہے۔ جو آپکی نانی بی بی تھیں۔

تذکرہ حضرت سید شاہ حسن عبدالقادر قادری قدس سرہ

آپ سلطان الفقرا کے فرزند تھے۔ شرف ارادت وخلافت پدر بزرگوار سے رکھتے تھے۔ بعد پدر بزرگوار مسند ارشاد پر بیٹھے۔ اور عالم کو فیض پہونچایا۔ بہت سے کشف وکرامات آپ سے ظہور میں آئے۔ جس وقت آپ موضع عرس سے حیدرآباد آنے کا قصد فرماتے تھے۔ آن واحد میں حیدرآباد پہونچ جاتے تھے۔ حضرت سید محمد حسن شاہ صاحبؒ جن کی درگاہ کسارٹے میں ہے آپ کے ہمعصر تھے۔ آپ نہایت جذب رکھتے تھے۔ اور کپڑے سے ستر عورت نہ کرتے تھے۔ مگر جس وقت حضرت سید شاہ حسن عبدالقادرؒ کی سواری حیدرآباد میں داخل ہوتی تو آپ کسی سے لنگ لیکر باندھ لیتے۔ ایک بار کسی نے آپ سے وجہ دریافت کی تو سید صاحب موصوف تبسم فرماکر سائل کے سر کو بغل میں لیا اور فرمایا کہ دیکھ۔ سائل کیا دیکھتا ہے کہ تمام لوگ جو بازار میں ہیں مثل حمام کے ہیں اور حضرت سید شاہ حسن قدس سرہ

…رف انسان معلوم ہوتے ہیں۔ الغرض حضرت بڑے صاحب کمالات تھے۔ سماع کو آپ بہت پسند رکھتے تھے۔ تین سو قوال ہمیشہ آپ کے گرد پیش رہتے اور آپ کو ہر وقت سماع میں استغراق رہتا تھا۔ اور آپ کی رحلت بھی عین سماع میں ۲۰ ماہ جمادی الآخر میں ہوئی۔ مزار پُرانوار متصل گنبد جد بزرگوار چبوترہ پر موضع عرس سرکار ورنگل میں واقع ہے۔

تذکرہ حضرت سید شاہ افضل بیابانی قدس سرہٗ

حضرت سید شاہ افضل بیابانی جن کا گنبد نورانی موضع قاضی پیٹھ میں واقع ہے۔ ایک آفتاب زمانہ گذرے ہیں۔ آپ سرکار ورنگل کے قاضی تھے۔ آپ کے کرامات و خرق عادات بہت مشہور ہیں۔ آپ سادات رفاعیہ سے ہیں۔ حضرت سید شاہ ضیاء الدین بیابانی اور حضرت سید شاہ اشرف بیابانی جن کے مزارات مقدسہ انبر شریف میں موجود اور مشہور ہیں۔ حضرت کے اجداد کرام میں ہیں۔ آپ کا سلسلہ نسبی گویا سلسلۃ الذہب ہے۔ آپ کے ریاضات و مجاہدات اولیاء متقدمین کے جیسے تھے اولیاء وقت آپ کی تعظیم کرتے تھے۔ بیکانیر میں ایک عارف رہتے تھے۔ وہ تو آپ کو بادشاہ وقت کہتے تھے۔ آپ کے خاندان میں طریقہ عالیہ۔ قادریہ و رفاعیہ و چشتیہ تھے مگر آپ کو حضرت محبوب اعلیٰ غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خاص فیضان اویسی حاصل ہوا اور کمالات و فیوضات قادریہ کے آپ مظہر اتم ہوئے۔ حضرت محبوب اعلیٰ کے نام پاک کا اسقدر آپ احترام فرماتے کہ کوئی ناواقف یا واقف کسی سے نام لیتا اور آپ اتفاق سے چارپائی پر سوتے ہوئے بھی ہوتے فوراً زمین پر اتر پڑتے۔ حضرت کے کرامات بچپن سے ظاہر تھے۔ حضرت کو علم ظاہری پورا تھا۔ حافظ قرآن تھے۔ صاحب افتار تھے۔ آپ کو گاہ جذب و گاہ سلوک رہا کرتا تھا۔ آپ فقر اختیاری رکھا کرتے تھے۔ قلندرانہ مشرب تھا۔ دنیاوی تعلقات سے نہایت بے لوث رہے۔ اپنی زندگی میں کملی اوڑھ کر نہایت سادگی سے رہا کرتے تھے۔ کوئی پہچان نہیں سکتا تھا کہ آپ بزرگ ہیں۔ ایک روز آپ کملی پہنے ہوئے دیہاتی لوگوں کی طرح

کسی درخت کے نیچے کھڑے ہوئے تھے۔ اسوقت گنٹجنٹ کے چند سواروں کا ادھر سے گذر ہوا جو کسی مہم کو
جا رہے تھے۔ انہوں نے آپ کو دیکھ کر پہچانا نہیں اور آپ سے بیگار اٹھوایا۔ آپ بے تکلف بیگار
اٹھا کر سواروں کے آگے بھاگنے لگے۔ اسوقت کسی قدر رات تھی کچھ معلوم نہ ہوا۔ مگر جب صبح ہوئی تو سواروں
نے دیکھا کہ جو گٹھڑی بیگار کی آپ کے سر پر رکھی گئی تھی وہ سر سے دو بالشت بلندی پر ہوا میں معلق چلی
جا رہی ہے۔ سوار اس کرامت کو دیکھ کر فوراً گھوڑوں پر سے اترے اور حضرت کے قدموں پر گر پڑے
اور قدم چوم کر معافی کے خواستگار ہوئے۔ اوس تاریخ سے خصوصاً سواران گنٹجنٹ کو حضرت موصوف سے
اور آپ کی وفات کے بعد آپ کے مزار مبارک سے ایک خاص عقیدت ہے۔ اور یہ بھی واقعات مشہورہ
میں سے ہے کہ بعض اہل رسالہ حضرت کے پاس بجوش ارادت حاضر ہوئے۔ حضرت نے انہیں واپس جانے
کی اجازت نہ دی۔ حتی کہ مدت رخصت کچھ باقی نہ رہی۔ ملازمت کا معاملہ تھا۔ ادباً اس بارہ میں کچھ
عرض نہ کر سکے مگر دل میں ملازمت سے مایوس ہو گئے تھے۔ حضرت ان کے ضمایر پر مطلع ہو کر ان کے
آنکھوں پر پٹی بندھا کر شب بتصرف سے ارض مقامات دور و دراز میں پہنچا دئے اور وہ لوگ اندیشہ
ملازمت سے محفوظ رہے۔ ان کے علاوہ اور بہت سے کرامات حضرت کے مشہور ہیں۔ گویا آپ
تیرھویں صدی کے قطب تھے۔ آپ کی یہ ادنی کرامت تھی کہ بڑے بڑے مشکل مسایل کو ایک آن میں
ایسا حل کر دیتے تھے کہ جن کا سمجھنا فہم انسانی سے بعید قیاس کیا جاتا تھا۔ بعض آیندہ واقعات کی اکثر
خبر دیتے تھے۔ آپ کے زمانہ حیات میں بہت سے لوگ آپ کے مرید و معتقد تھے۔ چنانچہ حضرت کے
فیض یافتہ افراد میں سے میاں صاحب مجذوب ہنوز اورنگ آباد میں زندہ ہیں۔ اب تک حضرت
کے مزار شریف کی ہندو مسلمان نہایت ادب سے تعظیم کرتے ہیں۔ حضرت کا وصال اکسٹھ سال کی عمر میں
۲۶ صفر المظفر سنہ ۱۲۲۳ ہجری میں ہوا۔ "قدوۃ العشاق ربانی" مادہ تاریخ ہے۔ آپ کا
گنبد مبارک قاضی پیٹھ میں ہنمکنڈہ سے پانچ میل متعلق ہے۔ اور وہیں حضرت کا ہر سال ماہ صفر میں
ہوتا ہے۔ آپ کے صاحبزادے حضرت سید شاہ ... میاں بابانی قبلہ جانشین و سجادہ آرائے طریقت
ہیں جو ایک ذی علم اور باوقات بزرگ ہیں۔

تذکرۂ حضرت عبد النبی شاہ صاحب قدس اللہ سرہ العزیز

آپ اورنگ آباد کے رہنے والے اور کسی سوداگر کے فرزند تھے۔ پہلے آپ اورنگ آباد سے ہمکنڈہ تشریف لاکر بارہ آٹھ سال تک شب و روز بھدری تالاب کے روبرو پتھر کی چٹان پر بیٹھے رہے جہاں دھوپ اور بارش میں یکساں بیٹھے رہتے ان دنوں منٹھواڑہ کے ایک برہمن زمیندار مسمی وینو راؤ کو جسکا باغ منٹھواڑہ میں مشہور ہے شاہ صاحب کی یہ حالت دیکھکر عقیدت ہو گئی - اور وہ بمنت و سماجت تمام شاہ صاحب کو وہاں سے اٹھا کر منٹھواڑہ میں اپنے مکان کو لایا اور اپنی جانب سے ان کے خورد و نوش کا انتظام کیا۔ اس کے بعد شاہ صاحب منٹھواڑہ سے ہمکنڈہ آکر محی الدین علی سوداگر کے دواخانہ میں فروکش ہوے - کئی سال تک وہاں بسر کرنے کے بعد ہمکنڈہ کے بازار میں جاوڑی کے قریب ایک تیلی کے مکان میں اقامت اختیار فرمائے - چند سال کے بعد وہاں سے بھی آپ کا دل اکتا گیا تو ہمکنڈہ کی گڑھی میں آکر سکونت اختیار کی - آپکی سکونت کا مکان گڑھی میں تحصیل کچہری کے متصل ابھی تک موجود ہے اور عبد النبی شاہ صاحب کے چلہ کے نام سے مشہور ہے - ہر سال آپ کا صندل یہیں سے نکال کر درگاہ شریف کو لایا جاتا ہے - جس مقام پر اسوقت آپ کا مزار شریف ہے وہ مقام آپ کو بہت ہی پسند خاطر تھا۔ ہمیشہ حین حیات آپ یہاں تشریف لاکر بیٹھا کرتے تھے - آپکی عادت تھی کہ اگر کوئی شخص آپ کو پیسہ دیتا تو آپ اس کو لے لیتے اور اسے اسقدر رگڑتے کہ وہ پیسہ گھسکر اسکے حروف مٹ جاتے تھے۔

آپ بہت کم گفتگو کرتے تھے - جب کبھی انتہا درجہ کی خوشی ہوتی تو وہ ایک لفظ کسی سے کہدیتے - ننگے پیر گشت سے لیتے تھے اسلئے لوگ آپ کے پہننے کے لئے جوتے لادیتے مگر آپ کی عادت تھی کہ جب کوئی حاجتمند آپ کے پاس آتا تو آپ اسکو جوڑا اٹھا کر دیدیتے چنانچہ حضرت کے پاس ہمیشہ جوتوں کا ایک انبار لگا رہتا تھا۔ حاجتمند لوگ آپ پاس پھرا کرتے تھے - مگر وہ کسی سے کچھ نہ بولتے - جب کبھی کسی کے حال پر متوجہ ہوتے تو اسکو ایک جوتا اٹھا کر مار دیتے - جس شخص کو جوتا لگتا وہ باعث برکت اور سبب فتوح سمجھتا اور نہایت خوشی اور مسرت سے اپنے مکان جاتا - کہتے ہیں کہ جن لوگوں کو آپکا جوتا لگ جاتا وہ اپنے مراد کو بہت جلد پہونچ جاتے تھے - حضرت سید شاہ افضل بیابانی ہر جمعہ کو ادائی نماز جمعہ کیلئے ہمکنڈہ تشریف لاتے تھے۔ اور بعد نماز جمعہ گڑھی میں جاکر حضرت عبد النبی شاہ صاحب سے ملاقات کرتے اور گھنٹوں دونوں

میں کچھ اسرار کی گفتگو ہوا کرتی تھی جسکو دوسرے لوگ سنتے تھے مگر سمجھ نہ سکتے تھے۔ خوشی ہے کہ وقت حضرت عبد النبی شاہ صاحب قبلہ اکثر گنجفہ کیا کرتے تھے جس کا ہر نقطہ حقائق اور معارف سے مملو ہوتا تھا۔ حضرت کو گنجفہ کھیلنے کا بڑا شوق تھا گنجفہ کی چالوں میں آپ طریقہ سلوک کے مالاینحل مسئلوں کو حل کرتے اور آپ کے ساتھ کھیلنے والوں کو طریقہ وحدانیت پر چلنے کے لئے اس ترکیب سے سیدھا راستہ بتاتے تھے۔

مشہور ہے کہ جس زمانہ میں پلٹن ہنمکنڈہ میں رہا کرتی تھی اوس زمانہ میں پلٹن کا مخزن یعنی بارود خانہ اس مقام پر تھا جہاں اسوقت مہتمم کوتوالی کی کچہری ہے۔ پلٹن کے چلے جانے کے بعد بارود خانہ یہیں تھا۔ اسمیں قدیم زمانہ کا پرانا بارود اور ہزارہا ڈبے رکھے ہوئے تھے۔ مولوی محمد حنیف صاحب مرحوم تعلقدار ضلع کے نام اوسکا کوئی انتظام کرنیکے لئے سرکار سے حکم صادر ہوا۔ تعلقدار صاحب اوس کے دیکھنے کے لئے بارود خانہ کو آرہے تھے۔ آتے وقت حضرت کی قیامگاہ پر سے انکا گذر ہوا۔ حضرت نے انہیں دیکھکر فرمایا کہ کیوں مرنے کیواسطے جا رہا ہے۔ تعلقدار صاحب نے اسکا کچھ خیال نہ کیا اور بارود خانہ کو آئے۔ ہادی علی صاحب مہتمم کوتوالی وغیرہ دو چار چپراسی۔ محاسب کوتوالی وجمعدار وغیرہ اُن کے ہمراہ تھے۔ یہ سب کے سب بارود خانہ میں گھسے اور ہر ایک چیز کو دیکھنے لگے۔ اسوقت وہاں جیل خانہ کے قیدی پرانی بارود کے ڈھیلوں کو سبلوں سے توڑ رہے تھے کہ ایک سبل کسی کنکر سے ٹکرایا اوس سے آگ پیدا ہوئی اور بارود خانہ اڑ گیا۔ جسقدر آدمی اوسمیں موجود تھے مع تعلقدار صاحب ہلاک ہوئے۔ قیدیوں اور چپراسیوں وغیرہ کی تو یہ حالت ہوئی تھی کہ اونکی نعشیں پہچانی نہیں جاتی تھیں۔ تعلقدار صاحب اور مہتمم صاحب کوتوالی میں دم باقی تھا۔ چار پانچ روز کے بعد ان دونوں کا بھی انتقال ہوگیا۔

غرضکہ حضرت کی حین حیات بہت سے لوگ آپکے معتقد تھے اور اب بھی حضرت کا مزار پُر انوار عام زیارت گاہ اہل عقیدت ہے۔

تذکرہ حضرت قاسم شہید رحمتہ اللہ علیہ اور آپ کے بھائیوں کا

مشہور ہے کہ حضرت قاسم شہید رحمتہ اللہ علیہ جن کا مزار مبارک ایک چبوترہ پر مٹی کی فصیل

قلعہ کے صدر دروازہ کے باہر واقع ہے بڑے عالم فاضل اور حافظ قرآن تھے۔ آپ اور آپ کے تین بھائی یعنے حضرت روشن شہید رحمتہ اللہ علیہ جن کا مزار بوڑکی بی کے تکیہ میں ایک چھوٹی سی مسجد کے بازو میں ہے۔ حضرت شاہ نور شہید رحمتہ اللہ علیہ جن کا مزار موضع عرس کے باہر جانب شرق کوٹی پاؤمیل پر ہے اور حضرت جان پاک شہید رحمتہ اللہ علیہ جن کا مزار جانب شرق مٹی کی فصیل قلعہ کے باہر ہے۔ سلطان احمد شاہ بہمنی کی فوج میں ملازم تھے۔ جسوقت سلطان نے خان اعظم عبداللطیف کو سر لشکر فوج کر کے مع فوج کثیر ورنگل فتح کرنے کے لئے روانہ کیا تو یہ چاروں بھائی بھی جو اوس فوج میں شامل تھے ورنگل آئے۔ مسلمانوں کی فوج کی کثرت دیکھکر راجہ گھبرایا اور قلعہ بند ہوگیا اسلئے اسلامی فوج ایک مدت تک قلعہ کا محاصرہ کی ہوئی پڑی رہی۔ اس اثنا میں کہتے ہیں کہ ایک شب موسلا دھار بارش ہوئی اور تیز و تند ہوا چلنے لگی۔ کل اسلامی فوج خیموں میں تھی۔ ہوا کی شدت سے خیموں میں جتنے چراغ تھے سب کے سب گل ہوگئے۔ مگر صرف ایک چراغ اوس خیمہ میں جس میں یہ چاروں بھائی رہتے تھے وہ جل رہا تھا۔ اور یہ چاروں بھائی تلاوت قرآن مجید میں اوسوقت مصروف تھے۔ افسر فوج اس حالت کو دیکھ کر بہت متاثر ہوا اور علی الصباح ان چاروں بھائیوں کو بڑی تعظیم و تکریم سے بلاکر استفسار کیا کہ قلعہ کب فتح ہوگا۔ اوسوقت آپ نے فرمایا کہ ہمارے سروں کے ساتھ قلعہ کا فتح ہونا مقدر میں لکھا ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ قلعہ کے سپاہی محاصرہ سے تنگ آکر اسلامی فوج پر حملہ آور ہوئے طرفین میں ایک جنگ عظیم ہوئی۔ تین بھائی یکے بعد دیگرے شہید ہوچکے۔ چوتھے بھائی حضرت قاسم شہید نے جب شربت شہادت نوش فرمایا تو فوج اسلام کا تسلط قلعہ پر ہوگیا۔

تذکرہ حضرت ہیرا شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ

آپ بھی صاحب کرامات گذرے ہیں۔ بارھویں صدی ہجری میں بزمانہ دیوانی مہاراجہ چندو لال بہادر آپ ہندوستان سے وارد دکن ہوئے اور ہنمکنڈہ میں آکر عرصہ تک ایک فیض عام جاری رکھا۔ مہاراجہ کو آپ سے خاص عقیدت تھی۔ چنانچہ انہوں نے آپکے لئے یومیہ مقرر کردیا تھا جو

اب تک جاری ہے۔ آپکا مزار پرانوا پیٹھ کے قبرستان میں ہے جہاں ایک سرا و مسجد و کنواں موجود ہے اور جو پیر شاہ میاں کا تکیہ کہلاتا ہے۔

ہنمکنڈہ میں اور بھی بہت سے بزرگ گذرے ہیں جن کے تفصیلی حالات مل سکے۔ تاہم جن جن کے مزارات کا پتہ چلا ہے وہ درج ذیل کردیا جاتا ہے۔

حضرت پیر کروٹ و حضرت پیر بصری رحمۃ اللہ علیہ کے مزارات تالاب عرس میں ہیں۔

حضرت سید بڈن اور حضرت پیر جنید کے مزار گورستان شنواڑہ میں ہیں۔

حضرت پیر مصلی صاحب کا مزار عیدگاہ ورنگل کے عقب میں کچھ فاصلہ پر ہے۔

حضرت پیر غیب کا مزار خاں صاحب بن میں ہے۔

حضرت پیر کروٹ کا مزار عرس کے باہر نگشاہی پیٹھ کے راستہ میں ہے۔

حضرت عابد شاہ صاحب کا مزار چھوٹی سی پہاڑی پر متصل امین کچہری ہنمکنڈہ میں ہے۔

حضرت سید صاحب کا مزار متصل مکان امر اللہ حسینی جاگیردار ہنمکنڈہ میں ہے۔

حضرت شاہ رکن عالم خلیفہ اول حضرت سید شاہ افضل بیابانی کا مزار عقب قلعہ ... واقع ہے۔

تمت

نوٹ - لا اشاعۃ مؤلف کتاب الا سرقہ ہے۔

اعلان

ارمغان سلطانی عرف سیر گلبرگہ

اس کتاب میں شہر گلبرگہ کے موجودہ حالات کے علاوہ حضرت مخدوم بندگی عاشق شہباز بلند پرواز گیسو دراز سید محمد حسینی المشہور خواجہ بندہ نواز قدس سرہ و دیگر اولیائے کرام شہر گلبرگہ کی فیاض زندگی اور اونکی سوانحعمری مختلف مستند و معتبرہ کتب قلمی سے اخذ کرکے بہ تصدیق معزز سجادگان گلبرگہ شریف درج ہیں۔ و نیز حالات سلاطین بہمنیہ بھی مندرج ہیں۔ چنانچہ ذیل میں فہرست کتاب کا کچھ حصہ بطور نمونہ درج ہے

دیباچہ۔ مقام گلبرگہ۔ تقسیم آبادی۔ گلبرگہ کا منظر۔ قلعہ و مسجد قلعہ۔ حسن آباد عرف گلبرگہ قدیم۔ مشہور عمارات۔ قوم مومن کا طرز معاشرت۔ عشرہ محرم۔ جھیلا۔ اہتمام عرس شریف۔ کشتی درگاہ مبارک۔ قوم لنگایت اور اونکی دیول۔ حکومت۔ صنعت۔ تجارت۔ تعلیم۔ ذکر حضرت خواجہ بندہ نوازؒ۔ شجرہ نسب۔ اسباب ورود دہلی۔ تاریخ ولادت۔ حضرت کی ولایت کی پیشینگوئی۔ بچپن کے حالات۔ آثار ولایت۔ حضرت کے والد کا وصال و کرامات۔ حالات حصول ارادت۔ تحصیل علوم ظاہری و باطنی۔ حضرت خواجہ خضرؑ سے ملاقات۔ وبا کا صدمہ۔ شادی۔ سجادگی و خلافت۔ وصال مرشد۔ شجرہ خلافت۔ تکمیل ولایت۔ ارشاد و تلقین۔ وجہ ترک دہلی و ورود گلبرگہ۔ سلطان فیروز بہمنی سے ناراضگی۔ اسباب ناراضگی۔ تبدیل مقام سکونت۔ سلطان فیروز کو حضرت کی بددعا اور احمد خان خانخاناں کی تخت نشینی۔ کشف و کرامات۔ کیفیت وصال۔ وراثت و سجادگی۔ تعمیر روضہ مبارک۔ اولاد حضرت۔ ذکر خلفائے حضرت۔ نقل وجود العاشقین تصنیف خاص حضرت خواجہ صاحب۔ تفصیلی حالات حضرت شیخ سراج الدین جنیدیؒ و حضرت شاہ رکن الدین تولہؒ۔ و دیگر بزرگان دین شہر گلبرگہ شریف و سلاطین بہمنیہ وغیرہ وغیرہ۔

اس کتاب کو خود اعلیٰحضرت بندگانعالی متعالی مدظلہ العالی حضور نظام خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ نے مصنف صاحب کی ... دست مبارک سے لیکر شرف قبولیت عطا فرمایا ہے۔ مطبع مفید عام آگرہ میں نہایت عمدگی کی ساتھ نقشجات طبع ہوئی قیمت دو ...

مرقع دکن یعنی تاریخ دکن با تصویر

یہ ایک نہایت جامع و مختصر تاریخ ملک دکن کی ہے جو با تصویر طبع ہوئی ہے۔ اسمیں ملک دکن کے عہد قدیم کی ہندو سلطنتوں سے لیکر سلاطین قطب شاہیہ کی اختتام حکومت تک کا مختصر بیان۔ اور سلاطین آصفیہ نظامیہ خلد اللہ سلطنتہ کی مفصل حالات درج ہیں۔ و نیز مشہور جلیل الشان شاہان اسلامیہ ہندو کے تصاویر کے علاوہ حسب موقع سلطنتہائے قدیم و جدیدہ کے نقشجات بھی لگادئے گئے ہیں۔ اور حال ہی میں اس کتاب کے تالیف کے صلہ میں مؤلف صاحب کو سرکار عالی سے انعام بھی عطا ہوا ہے مطبوعہ مطبع مفید عام آگرہ۔ قیمت ایک روپیہ۔

یادگار سلطانی مشہور آئینہ بیدر

اس کتاب میں شہر بیدر سابق دار الخلافہ سلاطین بہمنیہ و بریدشاہیہ کے تاریخی واقعات کے علاوہ بزرگان دین کے حالات بھی درج ہیں اور تقریباً کل سلاطین بہمنیہ کے تصاویر کے علاوہ قدیم اور مشہور عمارات کے نقشجات۔ قدیم کتابہ۔ نقول مواہیر و فرامین سلاطین۔ نقوش قدیم سکہ جات وغیرہ شریک کتاب کئے گئے ہیں۔ قیمت آٹھ آنے۔

گنجینہ معلومات

جس میں اقسام کے جنتریاں۔ حسابی گر۔ اوزان و پیمانے۔ کرایہ ریل کے نقشے معہ ضروری ہدایات اور بہت سے کارآمد و مفید ضوابط و قواعد سرکاری جن کے معلوم کرنے کی ہر شخص کو ضرورت ہوتی ہے خلاصتہً درج کیے گئے ہیں۔ قیمت آٹھ آنے۔

مختصر جغرافیہ دکن

اس کتاب میں کوائف بالتفصیل دئے گئی ہیں اور پھر لطف یہ ہے کہ کمسن طلبہ بھی بلا زحمت سمجھ سکتے ہیں چنانچہ اسی وجہ سے اسکی ہزارہا کاپیاں طلبہ نے شوق سے خریدی ہیں۔ اور حسب ضلعبندی جدید معہ نقشہ ملک سرکار عالی و بعض تصاویر وغیرہ طبع ہوا ہے۔ قیمت تین آنے۔

اردو کا نیا قاعدہ۔ کمسن بچوں میں عبارت جلدی و بسہولت پڑھنے کا مادہ پیدا کرنے کیلئے نئی طرز و وضع کا قاعدہ تصنیف کیا گیا ہے جس کی تعلیم سے مبتدی کو پہلے سبق ہی سے پڑھنے اور لکھنے کی مشق ساتھ ساتھ ہوتی ہے جو مقبول عام ہو چکا ہے اور جسکی ہزارہا کاپیاں اب تک فروخت ہو چکی ہیں قیمت ڈیڑھ آنہ۔

المشتہر۔ محمد عبد العلیم مالک مطبع آصفیہ گلبرگہ (دکن)۔

Ch[illegible] 1927
CHECKED 19[illegible]